بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک وآلک وصحبک یارسول اللہ ﷺ

حیات امین شریعت

گدائے مصطفیٰ ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی عفی عنہ
صدرالمدرسین دارالعلوم برکاتیہ مدینۃ العلوم لہان

شائع کردہ
مولانا مشتاق احمد انصاری بشنپور لہان (نیپال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب: حیات امین شریعت

مصنف: گدائے مصطفیٰ ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی عفی عنہ (تاراپٹی نیپال)

صدرالمدرسین دارالعلوم برکاتیہ مدینۃ العلوم لہان

فیضان دعا: والد محترم حضرت مولانا محمد ضمیرالدین قادری صاحبی (تاراپٹی نیپال)

کمپوزنگ: مولوی محمد سعد چشتی کانپوری، قاری بدرالدین احمد قادری بہرائچی

پروف ریڈنگ: مولوی محمد رحمت اللہ برکاتی منی پٹی (نیپال)

تعداد: ایک ہزار (۱۰۰۰)

اشاعت: اگست ۲۰۱۴ء/شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ

شائع کردہ: مولانا مشتاق انصاری بشنپور، لہان (نیپال)

باہتمام: حضرت مولانا مفتی احمد رضا ثقافی امجدی

صدرالمدرسین دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان بازار، سرہا (نیپال)

ملنے کے پتے

۱۔ دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان بازار، سرہا (نیپال)

۲۔ دارالعلوم امجدیہ نوری نگر اٹھروا کھریانی (نیپال)

سبب تالیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَكَ الْحَمْدُ يَا اَللّٰهُ وَ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَاٰلِكَ وَ صَحْبِكَ يَارَسُولَ اللّٰهِ

عزائم ہوں اگر محکم چراغ دل جلانے میں
تو مشکل کیا زمانے پر اجالا بن کے چھانے میں

صوفی باصفا، فقیہ النفس، حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد امین الدین نوری علیہ الرحمہ کا جب وصال ہو گیا تو بعض علماء نے گرامی قدر مولانا مفتی احمد رضا ثقافی زید مجدہ السامی کو مشورہ دیا کہ حضرت کی حیات و خدمات سے متعلق مضامین مرتب کر کے اہل قلم حضرات کو مقالہ لکھنے کی دعوت دی جائے اور پھر ان سارے مقالات کو کتابی شکل میں شائع کر کے آپ کی علمی شخصیت سے دنیا کو متعارف کرایا جائے۔ مگر دشواری یہ تھی کہ حضرت کی حیات ایک بند کتاب کی مانند تھی، اکثر آپ کے احوال و کوائف سے ناواقف تھے یا کم واقف تھے۔ بس اتنا ہی جانتے تھے کہ آپ بہت بڑے زبرست عالم تھے اور بس۔ ثقافی صاحب نے مجھ سے بھی فون پر بات کی اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ جبکہ میری حالت یہ ہے کہ نہ میری زبان میں قوت و صلاحیت اور نہ ہی میرے قلم میں۔ اس لئے میں نے بھی دامن بچانے کی کوشش کی مگر ان کے اصرار نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ پھر وسط دسمبر ۲۰۱۱ء میں سعودی عرب سے برادر محترم مولانا محمد کلام الدین قادری جو حضرت کی نماز جنازہ میں شریک تھے کا فون آیا۔ انہوں نے بتایا کہ جس دن حضرت سپرد خاک کئے گئے اسی دن یہ تذکرہ ہوا کہ اس سال حضرت کی یاد میں عرس چہلم کا اہتمام کیا جائے گا اور ہر سال عرس کی تقریبات کا اہتمام کیا جائے گا اور انشاءاللہ آپ کا مزار بھی بنایا جائے گا۔ تو یہ بات کسی صاحب کو ناگوار گذری اور پس پشت دوسرے لوگوں کے سامنے یہ بات کہی کہ اس آدمی کا عرس کیا لگایا جائے جس کی آنکھوں سے کیچڑ نکلتی تھی استغفر اللہ! اس جناب کی اصلاح اور خیر عاقبت کے لئے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ ؎

فقیروں سے نہ الجھو ان کی دنیا ہی نرالی ہے
یہ گدڑی میں تو رہتے ہیں مگر گوہر لٹاتے ہیں

خیر جب اس بات کا علم مجھے ہوا اور کئی ایک حضرات سے اس کی تصدیق ہوگئی تب میں نے ارادہ کرلیا جو کچھ حضرت کے بارے میں مجھے معلوم ہے اسے سپرد قرطاس کروں، تاکہ معتقدین ومتوسلین کے لئے سرمۂ بصیرت اور باعث سکون قلب ہو۔

جس وقت اس کتاب کی ترتیب کے لئے میں قلم برداشتہ ہوا تھا اس وقت میں گوناگوں مصروفیات میں الجھا ہوا تھا۔ مثلاً درس وتدریس، درسی وخارجی کتابوں کا مطالعہ، امامت، سنی ویلفئر کمیٹی کے ماہانہ پمفلیٹ و پوسٹر کی تیاری، ماہنامہ پیغام رسول اندور کے تجلیات قرآن کالم کے لئے مقالہ، تاجدار نیپال کی تسوید وتبییض وطباعت، تجلیات محدث اعظم نیپال کی ترتیب، ''حضور جانتے ہیں'' کی ترتیب، فتاویٰ برکات مکمل کی ترتیب جدید اورحضور شیر نیپال کے دوسرے رسالوں کی ترتیب اوران سب کی کمپوزنگ بھی۔ ان مصروفیات کے باوجود زیر نظر کتاب کی ترتیب و کمپوزنگ اور طباعت کا کام کیسے انجام پایا حیرت کی بات ہے۔

قابل مبارک باد ہے مولانا مشتاق انصاری بشنپوری صاحب جن کے مالی تعاون کے سے یہ کتاب منصۂ شہود پر آئی اللہ تعالیٰ ان کی عمر وروزی اور عمل میں برکتیں عطا فرمائے اوران کے مرحومین کی مغفرت فرمائے آمین۔ اہل علم سے گذارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کہیں کمی، خامی یا مبالغہ نظر آئے تو نشاندہی کر کے اطلاع فرمائیں انشاء اللہ اصلاح کرلی جائے گی۔

استغفر اللہ ربی من کل ماوقع من الزلل والخطاء عمدا او سھوا فی ھذہ الرسالۃ واتوب الیہ۔

سراپا تقصیر: ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی غفرلہ ولوالدیہ

حیات امین شریعت کی ایک نظر میں

اسم گرامی: محمد امین الدین نوری۔

لقب: امین شریعت، امین العلماء، صوفی باصفا۔

ولادت: ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء۔

ولدیت: مرحوم محمد تسلیم الدین۔

والدہ: مرحومہ سائرہ خاتون۔

مولد ومسکن: اٹھرواکھریانی، پوسٹ دھنوجی ضلع دھنوشہ جنکپور (نیپال)

عقد نکاح:

پہلا نکاح محترمہ سارہ خاتون سے اوران کی وفات کے بعد دوسرا نکاح زینت خاتون سے۔

اولاد: پہلی زوجہ سے (۱) مولانا احمد رضا (۲) مولوی حامد رضا (۳) صاحبزادی ماہ نور خاتون۔ دوسری زوجہ سے ایک اولاد محمد رضا۔

برادران: محمد عبدالجلیل صاحب، محمد خلیل صاحب۔

ابتدائی تعلیم: کھونا مکتب اپنے ماموں حکیم مولوی محمد ضمیر الدین عرف جمعن صاحب قبلہ مرحوم سے۔

تعلیمی اسفار:

(۱) کھونا مکتب میں۔

(۲) مدرسہ رضاء العلوم شمسی کنہواں ضلع سیتامڑھی، (بہار) دوسال۔

(۳) مفتاح العلوم: از اولیٰ تا ثانیہ دو سال۔

﴿۴﴾ جامعہ اشرفیہ: رابعہ تا فضیلت پانچ سال مکمل۔

فراغت: یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ، مطابق ۹؍مئی ۱۹۷۸ء بموقعہ عرس حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ مبارکپوری۔

بیعت: بدست اقدس شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خاں علیہ الرحمہ۔

علمی لیاقت: قاری، عالم، فاضل، فقیہ، مفتی، محدث، خطیب۔

تدریسی خدمات:

(۱) کاسگنج، یوپی (انڈیا)۔

(۲) بیگوسرائے ضلع بھاگلپور (بہار)۔

(۳) بھلااٹہروا مدھوبنی (بہار)۔

(۴) دارالعلوم گلشن مدینہ اٹہروا کھریانی (نیپال)۔

(۵) دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان (نیپال)۔

(۶) مکتب پودما (بہار)۔

(۷) دارالعلوم امجدیہ نوری نگر اٹہروا کھریانی (نیپال)۔

(۸) دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان (نیپال)۔

خدمات:

(۱) دارالعلوم امجدیہ نوری نگر اٹہروا کھریانی کی تعمیر و تاسیس۔

(۲) کاسگنج کے علاقوں میں باطل فرقوں سے مناظرہ۔

(۳) لہان بازار میں دیوبندیوں کی مسجد تعمیر نہ ہونے دینا۔

(۴) گاؤں، قرب و جوار کے مسلمانوں کو ہندوانہ رسم و رواج اور مشرکانہ معتقدات سے دور کر کے اسلامی افکار و

عقائد کا حامل بنانا۔

(۵) ملک وملت کو جیالے تلامذہ عطا کرنا۔

یادگار: دارالعلوم امجدیہ نوری نگر، فقیر کی کتاب جہنم کی ہولناکیاں پر تقریظ اور نیک وفا شعار اولاد۔

معمولات:

(۱) رات کے معین حصہ میں نوافل واذکار۔

(۲) سونے سے پہلے مسواک ووضو۔

(۳) بعد فجر چہل قدمی۔

(۴) آدھا گھنٹہ بند کمرے میں ورزش۔

(۵) تلاوت قرآن، درود شریف۔

(۶) بعد عصر دو کلومیٹر تک تفریح۔

(۷) پند ونصیحت اور وعظ وتذکیر۔

(۸) درس وتدریس۔

(۹) فتویٰ نویسی۔

(۱۰) امامت وخطابت۔

وصال: ۱۵؍ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۴؍اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز جمعہ بوقت ۱۰؍بجے صبح۔

مدفن ومزار: آپ کے قائم کردہ ادارہ دارالعلوم امجدیہ نوری نگر کے صحن میں۔

جنازہ کی نماز: اسی دن بعد نماز مغرب صاجزادہ مفتی احمد رضا نے پڑھائی۔



آغاز کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک نیپال میں قحط الرجالی کے باوجود اس کے وسیع البسط سینے پر ایسی ایسی قدآور شخصیات، صاحب اعلیٰ اقدار و افکار، بہترین گفتار وکردار کے حامل اور قابل غبط ورشک ہستیاں پیدا ہوئیں۔ جن کے اوصاف جمیلہ، خدمات عظیمہ، مساعی بلیغہ اور دین اسلام ومسلمانان اہل سنت کی سربلندی وعظمت کے لئے ان کی کد و کاوش کے ترانے جملہ باشندگان ملک گا رہے ہیں۔ جن کے خلوص ووفا، صدق وراستی، جرأت وشجاعت، غیرت و بے باکی، صبر وشکیب، تحمل واستقلال، ظرافت وحسن سیرت، اعلیٰ وقار ووجاہت، وسعت فکر وتدبر اور علو مرتبت کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ جن کی کتاب حیات کے تابندہ اوراق کے مطالعہ سے ہر فرد مسلم اور ہر عقیدت مند کا دل ایسے ہی جھوم اٹھتا ہے جیسے نسیم سحر کے جھونکوں سے چمن کے گل وغنچہ اور اشجار کے پتوں میں حرکت وتمایل پیدا ہو جاتا ہے۔ انہیں بیدار مغز، بیدار شعور علماء ومفکرین کے سلسلۃ الذہب سے جڑا ہوا ایک نام حضرت علامہ مفتی امین الدین نوری زید مجدہ السامی علیہ الرحمہ ملقب بہ ''امین شریعت'' کا بھی ہے۔

حضور امین شریعت قصور عزت وجاہ کی شان وشوکت، مجالس پند ونصیحت کی زیب وزینت، بزم اصفیاء واتقیاء کے روشن چراغ، مذہب اسلام کے بے باک نقیب کی حیثیت سے عوام وخواص میں متعارف تھے۔ علم ومعرفت، دینی صلابت، مذہبی رنگ و بو، بالغ نظری، خوش خوئی بردباری اور دیگر ایسی صفتوں وخوبیوں سے آراستہ تھے جو آپ کی مقبولیت عامہ اور ہردلعزیزی کا سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ موصوف بلاشک وشبہ پاسبان شریعت بھی تھے راز دار شریعت بھی تھے، اور نکتہ شناس طریقت بھی تھے اور اس پر متزاد یہ کہ آپ حافظ احادیث کثیرہ، متواضع اور خدا رسیدہ کامل بزرگ بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا سے پردہ کر جانے کے بعد بھی ہر شخص کی نگاہ میں وہی وقعت واہمیت ہے جو عزت وپذیرائی لوگوں میں حیات ظاہری میں تھی۔ اور دن بہ دن بعد وصال آپ کے عقیدت مندوں میں اضافہ ہوتا ہی جا رہا ہے جس کا ثبوت آپ کے عرس کی تقریبات میں خلق خدا کا ازدحام کثیر ہے۔

خوش اخلاقی، حسن ظن، حق گوئی، جود وسخاوت، زہد واتقا اور مفاد عامہ کے لئے کوشاں رہنا، غیر کو اپنی ذات پر ترجیح دینا، انا، ضد اور ہٹ سے چڑھنا یہ ساری خوبیاں آپ کی فطرت وجبلت میں سے تھیں۔ آپسی رنجش وعناد، بغض وعداوت، حسد وکینہ، گالی گلوچ، بے حیائی، یاوہ گوئی، فرقہ بازی وعصبیت اور تنگ نظری کے جراثیم وامراض سے آپ کا دل ایسا پاک وصاف تھا کہ آئینہ کی مانند چمکتا اور دمکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوف وخشیت سے لرز جانے والا دل، یاد الٰہی میں اشکبار ہونے والی آنکھیں، قوم مسلم کی حالت زار پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے والا قلب وجگر عطا فرمایا تھا۔ بہت کم ایسے لوگ دیکھنے کو ملتے ہیں جو کسی کی پریشان حالی، غربت وبیچارگی دیکھ کر چیں بہ جبیں ہو جاتے ہوں۔ مگر مفتی صاحب قبلہ کو دیکھا کہ پریشان حال کی پریشانی وبے بسی دیکھ کر تڑپ جاتے، ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا اور حتی الوسع دوسرے کے غم ودرد کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے۔

گھرانہ: جس گھرانہ میں آپ نے آنکھیں کھولیں وہ کوئی تعلیم یافتہ اور کثیر سیم وزر والا خاندان وگھرانہ تو نہیں تھا مگر اس گھرانہ کے اکثر سربراہان کا تعلق اور راہ ورسم اہل عزت، اہل ہنر اور صاحبان فضل وکمال سے ضرور تھا۔ اسی تعلقات وروابط کی برکت کہئے کہ حضور امین شریعت عالم دین بنے۔ خصوصی طور پر آپ کے والد ماجد کے روابط علماء سے بڑے گہرے تھے اور آپ کی والدہ کا کیا کہنے! وہ تو ایک نیک ومعزز خاندان کی بیٹی اور بہن تھیں۔ جن کا بھائی بہتر ین تجربہ کار حکیم بھی اور باعمل وبااخلاق مولوی وامام بھی تھے۔ مالی حالت بس اتنی ہی بہتر تھی کہ دوسروں کی غلامی کا قلادہ گلے میں کبھی نہیں پڑا اور نہ مزدوری کے لئے کسی زمین دار کے کھیتوں میں گئے۔ اللہ نے اتنی زمین دی تھی کہ اس کی پیداوار سے سال بھر کے اخراجات پورے ہو جاتے تھے۔ اسی خاندان کے چشم وچراغ حضور امین شریعت ہیں۔

والدہ: اولاد میں ماں باپ کا اثر ہوتا ہے، والدین کے اخلاق وکردار اور اچھے برے عادات واطوار کا رنگ وبو ظاہر ہوتا ہے۔ باپ اگر باشرع، خداترس ہو تو یقیناً ان سے جنم لینے والی اولادیں ان کی راہ پر چلیں گی۔ ذرا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین باعفت وتقوی شعار کو دیکھیں کہ ایک سیب کی معافی کے لئے لمبی مسافت طے کرنے کے بعد صاحب باغ کے پاس پہنچے تو اس کی معافی دس سال کی خدمت گذاری طے پائی اور دوسری شرط حضرت عبداللہ صومعی صاحب باغ کی فرخندہ فال دختر نیک اختر جو عفت وکمال کی ملکہ تھیں سے شادی قرار پائی۔ اسی مقدس خاتون کے بطن سے پیدا ہونے والی

ہستی شہنشاہ ولایت اور آفتاب برج کمال بن کر چمکی۔ جس کے تقویٰ وطہارت اور عظمت ورفعت کا عالم یہ ہے کہ:

غوث اعظم امام التقیٰ والنقیٰ
جلوہ شان قدرت پہ لاکھوں سلام

حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ کا تولد بھی تو ایک نیک گھرانہ میں ہوا۔ اور وہ خاتون جس کے شکم سے سے پیدا ہوئے وہ کوئی معمولی خاتون نہیں تھیں۔ بلکہ وہ ایک ایسی عظیم خاتون تھیں جو عفت وکمال حیاء سے آراستہ اور عصمت کے پیرایہ میں پیراستہ تھیں۔ نہایت تقویٰ و پرہیز گاری والی خاتون تھیں۔ جو نہ زبان دراز تھی اور نہ دوسری عورتوں کی طرح فحش گو۔ اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد وبھروسہ رکھنے والی، روزہ رمضان کی سخت پابند تھیں، حتی کہ نفلی روزے مثلاً شوال کے چھے روزے، ذوالحجہ کے روزے، محرم کے عاشورہ اور ربیع الاول شریف کے روزے کے بھی پابند تھیں۔ مبارک دنوں کی آمد پر کھیر مالیدہ کا فاتحہ دلاتی تھیں، گاہے بگاہے میلاد شریف کی محفل کا انعقاد کراتی تھیں، حسن اخلاق و کردار کی پیکر تھیں، دوست ودشمن سب کو دعاؤں کی جلو میں بسانے والی تھیں۔ میں بارہ سے پندرہ سال کی عمر تک کبھی پندرہ کبھی بیس دن اور رمضان کے پورے ایام آپ ہی کے گاؤں میں اکثر گزارا کرتا تھا، مگر اس دوران کبھی کسی سے گالی گلوچ اور جھگڑا ولڑائی کرتے نہیں دیکھا۔ چونکہ میری بہن کا گھران کے گھر سے متصل ہی تھا اور سب ایک ہی خاندان کے تھے اس لئے حضرت امین شریعت کی والدہ سے ملنے ضرور جایا کرتا تھا۔ جب بھی میں اپنی بہن کے گھر جاتا تو سلام اور خیر وخبر دریافت کرنے کے بعد مجھے اپنے پاس ہی بٹھاتیں۔ ٹھنڈی کے موسم میں دالان یا باہر برآمدہ میں یا صحن میں آلاؤ لگا کر آگ تاپتی رہتی تو میں بھی وہیں ان کے پاس بیٹھ جاتا۔ بیٹھنے کے لئے اپنا پٹلہ (پیڑھیا) یا پوال کی بیر یا دے دیتیں۔ آپ کو میرے گھر والوں سے بہت محبت تھی۔ فقیر کے ساتھ نہایت درجہ شفقت وملاطفت کا معاملہ برتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت عطا فرمائے۔

والد محترم: حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ کے والد بزرگوار بھی بہت خاکسار صاحب دیانت وتقویٰ، نیک بخت، مشفق ومعزز اور مہمان نواز وعلماء نواز تھے، شیریں گفتار، بامروت اور خوش خصال تھے۔ کسی کی باتوں اور طعن و تشنیع سے کبیدہ خاطر ہوتے تھے اور نہ رنجیدہ ہوا کرتے تھے۔ غصہ بہت کم آتا، کسی کو لڑائی جھگڑا کرتے دیکھتے تو بیچ

بچاؤاور صلح و مصالحت کرادیا کرتے تھے۔فریقین کو سمجھا بجھا کر معاملہ بالکل ٹھنڈا کر دیتے تھے۔چھوٹے بچوں کے ساتھ بڑی شفقت و نرمی کا معاملہ روار کھتے۔ہاں جو بچے اسکول یا مدرسہ نہیں جاتے ،گلی کوچوں یا سڑکوں میں گولی کھیلتے دکھ جاتے تو انہیں لاٹھی سے دوڑادیتے اورانہیں مدرسہ یا اسکول جانے کی تاکید کرتے۔بچے ،جوان آپ سے بالکل گھل مل کر رہتے تھے۔رات میں بہت سے چھوٹے بڑے بچے آپ ہی کے دالان میں سوتے۔آپ سب کے لئے ٹھنڈی کے موسم میں پوال بھی رکھ دیتے تاکہ کسی کو ٹھنڈی محسوس نہ ہو۔کسی کے ساتھ دشمنی اور بغض ونفرت نہیں رکھتے ۔نہ کسی کی کبھی غیبت و چغلی کرتے بلکہ ایسے لوگوں کو بہت برا جانتے تھے۔اجنبی سے اس طرح پیش آتے کہ اجنبی ایسا محسوس کرتا گویا برسوں سے شناشائی ہے۔اجنبی مسافر جسے رات ہو جاتی اسے آپ اپنے ہی دالان میں ٹھہراتے۔ اپنے گھر یعنی بڑے صاحب زادہ حضرت مفتی امین الدین علیہ الرحمہ کے یہاں یا منجھلے بیٹے جناب عبدالجلیل صاحب کے یہاں سے کھانا بنوا کر ضیافت کرتے۔

ایک بار شب براءت کے موقع پر آپ کے گاؤں میں پروگرام کے لئے گیا،اس وقت غالبًا اولیٰ یا ثانیہ میں پڑھ رہا ہوگا۔مغرب بعد کئی ایک فاتحہ کئے ، بہت سے حلوہ اوراور کچھ نذرانے بھی حاصل کئے۔کھانے کی دعوت تو بہت لوگوں نے دی مگر کھانا کسی کے ہاں نہیں کھایا،اس دن شائدا پنے بہنوئی جناب محمد سلیمان صاحب کے یہاں بھی نہیں کھایا۔چونکہ سکریٹری آپ کے منجھلے بیٹے جناب عبدالجلیل صاحب تھے،انہیں کے یہاں دسیوں لوگوں کی دعوت تھی، میں بھی کھانے کے لئے جناب عبدالجلیل صاحب جو بہت نرم اخلاق اور محبت نواز ہیں کے گھر کھانے کیلئے حاضر ہوا، آنگن میں بیٹھ کر کھانے کا معقول انتظام تھا۔کھانے میں گوشت اور چاول کا انتظام تھا، پورا آنگن فل ہو گیا تھا،لوگ لائن سے بیٹھے بوٹیاں دبائے جارہے تھے۔مجھے جگہ نہیں مل پارہی تھی۔کھڑا ہی تھا کہ آپ کی نظر مجھ پر پڑی،آپ ایک کونے میں بوریہ پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔اپنے ساتھ مجھے بیٹھالیا اور بہت بوٹیاں منگوا کر محبت بھرے انداز میں حکم دیا’’ آب سب تو ہی کھالا، کھائی میں شرمائیں ‘‘ جتنا ہو سکا میں نے کھایا اور خوب جی بھر کر کھایا۔مگر آپ نے گوشت اتنا ڈلوادیا کہ پلیٹ صاف نہیں ہو پا رہی تھی اور پلیٹ صاف کئے بنا اٹھنا بھی گراں گذر رہا تھا اور شرم بھی آ رہی تھی۔آپ نے میری حالت و کیفیت بھانپ کر کہا کہ پلیٹ چھوڑ دیجئے اور ہاتھ دھوکر اسٹیج پر چلے جائیے۔ہمارے

والدین، دادا، دادی، اور چچا حضرت مولانا محمد ذاکر حسین نوری کی ہمیشہ خیر وخبر دریافت کرتے ہی رہتے تھے۔ اخیر عمر میں آپ بہت کمزور ہو گئے، ضعف ونقاہت کی وجہ سے کہیں آنا جانا بلکہ اٹھنا بیٹھنا دشوار ہو گیا۔ اپنے بچوں اور اولاد سے بہت محبت فرماتے، بیماری کی حالت میں بھی ہمیشہ انہیں دعائیں دیتے۔ آخر ایک دن غم واندوہ سے بھرا ہوا آیا اور مفتی صاحب قبلہ ایسے متقی اور رحم دل ماں باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی والدہ اور والد مرحوم کو جنت عطا فرمائے آمین۔

ولادت باسعادت: گلشن اسلام کا یہ مہکتا پھول ایک اعلیٰ اور مہذب ومثقف خاندان میں ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء میں ہر مشام قلب کو معطر کرتا ہوا اور مسرت وشادمانی کا پیام لیکر کھلا۔ جناب محمد تسلیم صاحب اور محترمہ سائرہ خاتون کی امیدوں اور آرزؤں کے صحن وچمن میں کھلنے والا پہلا غنچہ حضرت مولانا مفتی امین الدین علیہ الرحمہ کی شکل میں تھا۔ اس گل بے خار کو والدین نے بڑی شفقت و پیار سے پالا، جس کی تعلیم وتربیت، نشوونما، تہذیب و تثقیف اور اعلیٰ صفات وخصائل سے تحلیہ وتزئین میں غایت درجہ اعتناء کیا گیا۔ جس کی وجہ سے آپ کے بچپن وجوانی کا ہر گوشہ عفت و پارسائی سے عبارت تھا اور آپ کی شان بچپن وشباب دوسرے بچوں اور ہم عمر ساتھیوں سے یکسر ممتاز وجدا تھی۔ آپ کا بچپن کھیل کود، شرارت وبدتمیزی، لڑائی جھگڑے، ہنسی مذاق، دروغ گوئی، غیبت وچغلی، بدعملی و بدکرداری، بروں کی سنگت وہمجولی اور تمام رذائل ونقائص سے بالکل پاک وصاف تھی۔ آپکی جوانی بھی خوف و خشیت ربانی اور اسلامی احکام وشرائع کی جلو میں گذر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام خوبیوں اور محاسن وکمال کے سانچے میں ڈھال کر مسلمانان اہل سنت کی ہدایت ورہبری کے لئے منتخب فرمایا۔ اور آپ کی زندگی میں وہ دن بہت قریب آ گیا جب آپ افق ملک پر علم وآگہی کا مہر درخشاں بن کر جگمگانے لگے، جس کی ضیاء بار کرنوں سے مسلمان مستفیض ومستنیر ہونے لگے۔

محل ولادت: ضلع دھنوشہ کا مشہور ومعروف شہر جنکپور سے تقریباً دس بارہ کلومیٹر کی مسافت پر اٹھروا کھریانی نامی ایک قریہ ہے جہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اب تک اس گاؤں میں کسی بھی مسلم شخص کا بچہ دینی علم وہنر سے آراستہ نہیں ہوا تھا، جس کی وجہ سے وہ گاؤں بھی دوسرے دیہاتوں کی طرح جہالت وبدرسمی کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ یہ تو جناب محترم محمد

تسلیم صاحب کی ارجمندی کہئے کہ ان کے گھر ایک ایسا چراغ جلا جس کی روشنی سے صرف ان ہی کا گھر یا خانوادہ نہیں بلکہ جہاں پورا گاؤں نور بار ہو گیا وہیں اطراف واکناف کے دوسرے گاؤں بھی چمن زار ہو گئے۔ یہ حضور امین شریعت علیہ الرحمہ ہی کی ذات ہے جو دینی تعلیم سے سنور کر جہال و ناخواندہ لوگوں کے گاؤں کو رشک قمر اور تعلیم و تربیت کی عظیم آماجگاہ بنا دیا۔ جہاں آپ کی کدو کاوش اور سراپا وجود کی برکتوں سے دو دار العلوم وجود میں آئے۔ جہاں سے سینکڑوں تشنہ لبوں نے علم و معرفت اور حکمت و دانائی کا جام و سبو پی کر اپنی علمی و روحانی تشنگی دور کی۔ اور اب اس کارخانۂ علم و حکمت سے پیدا ہونے والے اور حضور امین شریعت کے فیوض و برکات سے حظ وافر پانے والے تلامذہ ماہ نجوم بن کر ملک و بیرون ملک کے گوشوں میں جگمگا رہے ہیں اور دین اسلام کی خدمت، خلق خدا کی نفع رسانی اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں منہمک ہیں۔ آپ کے تلامذہ آپ کی سیرت و اخلاق، فضائل و شمائل، گفتار و کردار کو نقوش منزل بنا کر تبلیغ شریعت کی راہ پر رواں دواں ہیں۔

اٹھرواکھریانی اور اس کے باشندوں کی فیروز بختی و سعادت مندی ہے کہ وہاں ایک ایسا بچہ تولد ہوا جو آگے چل کر ''امین العلماء'' یا ''امین شریعت'' بن کر چمکے اور اس گاؤں کی قسمت کو زمین کی پستی سے ثریا کی بلندی پر پہونچا دیا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے دل میں اس کی قدر و منزلت دوبالا ہو گئی۔ وہ گاؤں جسے آپ کا محل ولادت کا شرف حاصل ہوا اس کے تمام باشندوں پر آپ کا وہ احسان عظیم ہے جس سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اٹھرواکھریانی! تیری قسمت کو سلام کہ تیری کوکھ سے امین شریعت جیسی ہستی نے جنم لیا اور تجھے قابل رشک بنا دیا۔ تیرے ذروں کو سلام جنہیں امین شریعت کے قدوم میمنت لزوم کو بوسہ لینے کا شرف میسر ہوا۔

عزت و عظمت کی آماجگاہ اٹھرواکھر یانی
تشنہ لبوں کی تربیت گاہ اٹھرواکھر یانی
اٹھنے لگی ہیں ہر مستانے کی نظریں
عقیدت مندوں کی پناہ گاہ اٹھروا کھریانی
اس ارض مقدس کی یارو تقدیر تو دیکھئے
امین شریعت کی جلوہ گاہ اٹھروا کھریانی

مگر صد حیف کہ جس گلشن کے حسن وتزئین کے لئے جو کدو کاوش اور جگر کاوی آپ نے کی تھی آج کچھ نااہل اور اہل سیاست کے فضلہ خواروں کی وجہ سے وہ گلشن ویران ہو گیا۔ جس دبستان علم میں کبھی طالبان علوم نبویہ چہکتے تھے وہ حاسدین کی نظر بد کا شکار ہو کر انجام ایں جا رسید کہ آج وہاں کوئی رونے والا بھی نہیں ہے۔ جس چمن سے کبھی علم و حکمت کی کلیاں کھل کر اپنی خوشبوؤں سے ہر مشام قلب کو معطر کیا کرتی تھیں آج وہ چمن بدفکروں کا شکار اور خود غرضوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔ یہ حادثہ آپ کی حیات مبارکہ میں ہی پیش آیا تھا مگر شر پسندوں کی شرارت کے شرارے کسی غیر قصوروار کا آشیانہ جلانے نہ پائیں اس مصلحت اور دور اندیشی کے پیش نظر خاموش رہے اور برطرف بھی ہو گئے۔ ایسے بھی آپ صلح پسند اور امن دوست تھے۔ مگر اسلام کی آبیاری، قوم مسلم کے نونہالوں کی تعلیم وتربیت اور ان کے روشن مستقبل کا خیال رکھتے ہوئے جلد ہی ایک ادارہ کی داغ بیل ڈالی جو ''دارالعلوم امجدیہ'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس نام کی نسبت حضور صدرالشریعہ مصنف بہار شریعت کی طرف ہے۔ جبکہ اس محلّہ کا نام جن میں یہ دارالعلوم واقع ہے ''نوری نگر'' ہے۔ چونکہ آپ قطب وقت حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت تھے ۔اسی عقیدت ومحبت میں آپ نے اس محلّہ کا نام ''نوری نگر'' تجویز فرمایا اور پوسٹر وغیرہ میں بھی یہی نام شائع ہوتا ہے ۔اس ادارہ کی تاسیس وبنا میں آپ کے دست وبازو کی حیثیت سے حضرت مولانا محمد ذاکر حسین نوری دام ظلہ العالی رہے۔ دارالعلوم اور محلّہ کی تسمیہ سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ آپ کو اپنے پیرومرشد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے کس درجہ محبت وعقیدت تھی۔

تعلیم وتربیت: جب حضور امین شریعت علیہ الرحمہ نے کچھ ہوش سنبھالا اور پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو والدین نے اپنی قلبی تمناؤں کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے آپ کو تعلیم واخلاق سے آراستہ ہونے کی طرف توجہ دی ۔ چونکہ گاؤں میں اب تک کوئی بچہ دینی تعلیم سے آراستہ نہیں ہوا تھا اور نہ ہی گاؤں کا ماحول ایسا تھا۔ اس لئے گاؤں کے رخ کو بدلنے اور جہالت کے ماحول وفضا کو اسلامی واخلاقی ماحول میں تبدیل کرنے کے لئے والدین نے آپ کو دینی تعلیم دلانا ضروری سمجھا۔ چنانچہ آپ کو اس مقصد کے لئے آپ کے ماموں مولوی حکیم محمد ضمیرالدین عرف جمعن صاحب قبلہ کے پاس ''کھونا'' بھیج دیا گیا۔ آپ کے گاؤں سے چند کلومیٹر کی دوری پر یہ گاؤں واقع ہے۔ حکیم

صاحب نہایت ہی پاک طبیعت، خوش اخلاق وخوش خصلت اور خدا ترس تھے۔تصوف کا غلبہ آپ پر بھی تھا اور وہی رنگ و بوحضور امین شریعت میں بھی پائی جاتی تھی۔میلاد، نکاح، میت وغیرہ میں لوگ آپ ہی کو بلاتے تھے۔گاؤں کے بچوں کو تعلیم دیتے اور ڈاکٹری بھی کرتے تھے۔یہی آپ کا ذریعہ معاش تھا۔آپ نے ناظرہ، اردو، ہندی، فارسی اور عربی کی ابتدائی چھوٹی چھوٹی کتابیں بڑی محنت ولگن اور شفقت ومحبت سے پڑھائیں۔

اعلیٰ تعلیم :ابتدائی جماعت کی کتابیں پڑھنے کے بعد والدین کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ اسے بڑا عالم بنایا جائے اور آپ کی بھی یہی خواہش تھی اس لئے اس کی تکمیل کے لئے اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے عربی مدارس کا رخ کیا جس کے لئے سب سے پہلے رضاءالعلوم کنہواں بہار کو منتخب کیا، دوسال تک یہاں آپ علم حاصل کرتے رہے۔ پھر اس کے بعد ہندوستان کے ضلع اعظم گڑھ کی طرف حصول علم کے لئے رخ کیا۔ کیونکہ دینی تعلیم اور عربی ادب کا مرکز وگہوارہ کے نام سے صوبہ اتر پردیش کا یہ ضلع دور دور تک معروف ومشہور ہے، اس لئے آپ نے بھی یہی شہرت سن کر اعظم گڑھ ضلع کے قریب ضلع مئوناتھ بھنجن میں مدرسہ مفتاح العلوم میں داخلہ لیا۔ یہ ادارہ دیوبندی مکتبہ فکر کا تھا کسی نے اسی کا مشورہ دیا آپ کو تو اس سے قبل معلوم نہیں تھا کہ یہ مدرسہ باطل عقائد والوں کا ہے۔ یہ تو داخلہ لینے کے بعد ہی معلوم ہوا۔ بہر حال پھر بھی آپ اسی ادارہ میں ثانیہ تک زیر تعلیم رہے۔نحو وصرف، عربی ادب وانشاء میں اسی جماعت میں درک وملکہ حاصل ہو گیا تھا۔ عربی میں گفتگو کرنا تقریر کرنا آپ نے اسی درجہ میں شروع کر دیا تھا۔اس سے آپ مفتی صاحب قبلہ کی ذکاوت وذہانت اور تعلیمی ذوق ودلچسپی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

آپ نے تین سال کا عرصہ اس ادارہ میں گزارا مگر جب یہ بات آپ پر منکشف ہوئی کہ یہ ادارہ گستاخان رسول کا ہے اور اساتذہ واراکین بھی اسی مزعومات باطلہ کے حاملین ہیں تو آپ نے سلام ومصافحہ کرنا ترک کر دیا اور سوائے اوقات درس کے اساتذہ سے بھی ملنا جلنا بند کر دیا۔ اس انقطاع کے سبب آپ نے اکیلے خوب محنت کرنی شروع کر دی، طلبہ سے اکثر بحث کا ماحول گرم رہتا تھا۔ آپ نے کبھی اپنے عقائد حقہ کو نہیں چھپایا جبکہ اساتذہ سے لیکر طلبہ تک کو معلوم تھا کہ آپ سنی بریلوی مکتبہ فکر کے ہیں مگر پھر بھی کسی نے یہ ہمت وجرأت نہیں کی کہ آپ کو مدرسہ سے خارج کر دے۔اراکین واساتذہ نے ورغلانے اور اپنے عقائد فاسدہ میں پھانسنے کی بڑی کوشش کی مگر ناکامی کے سوا

کچھ ہاتھ نہ آیا۔

مذکورہ ادارے میں ثانیہ تک کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد جب پتہ چلا کہ مبارک پور میں اہل سنت کا ایک بہت بڑا ادارہ ہے تو آپ نے وہیں داخلہ لینے کا عزم مصمم کرلیا اور رمضان کے بعد شوال میں رخت سفر باندھ کر مبارکپور کے لئے روانہ ہوگئے ۔مگر جب آپ وہاں پہنچے تو داخلہ کی تاریخ نکل چکی تھی ،جن بچوں کو لینا تھا بعد امتحان لیا جا چکا تھا۔ آپ نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح داخلہ ہو جائے مگر کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی ۔کسی طرح شمس العلماء حضرت علامہ قاضی شمس الدین علیہ الرحمہ کو معلوم ہوا کہ نیپال سے ایک طالب علم داخلہ لینے کے لئے آیا ہے تو انہوں نے بلاکر آپ کا امتحان لیا جس میں آپ کامیاب ہوگئے ۔آپ کا امتحان جماعت ثانیہ کا ہوا تھا جماعت ثالثہ میں داخلہ لینا تھا۔مگر قاضی صاحب نے آپ کی قابلیت ولیاقت کو دیکھ کر جماعت رابعہ میں داخلہ لینے کو کہا اس بناء پر کہ ثالثہ کی جملہ کتابوں کے مضامین ومسائل آپ کو یاد ہی تھے۔

آپ کو اجازت مل جانے پر داخل جامعہ ہوگئے اور پانچ سال تک مسلسل جاں گسل محنت ومشقت کے ساتھ تعلیم میں مصروف رہے۔اس ادارہ میں آپ وقت کے جید علماء ومتبحر مفتیان کرام سے کسب فیض حاصل کرتے رہے۔بانی جامعہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ،حضرت علامہ عبدالرؤف بلیاوی اور دیگر علماء سے علم وادب اور فقہ وحدیث کی کتابیں پڑھیں اور تمام طلبہ میں امتیازی نمبر سے ہمیشہ کامیاب ہوتے رہے۔آپ کی صلاحیت ،دلچسپی اور ذوق مطالعہ کے پیش نظر اساتذہ نے اپنے قرب سے نوازا اور خوب شفقتوں ومحبتوں کے پھول اپنے اس ہونہار طالب علم پر نچھاور کیا ۔اور وہ دن بھی آیا جب آپ کے سر پر عرس حافظ ملت کے موقع پر علماء ومشائخ کے ہاتھوں دستار فضیلت باندھی گئی۔ آپ کے دوران تعلیم میں ہی حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا وصال پر ملال ہوا،جس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔مفتی صاحب قبلہ حضور حافظ ملت سے بھی کشادہ قلبی کے ساتھ علمی جو ہر چنتے رہے۔تقریبا تمام اساتذہ آپ کو بے حد چاہتے اور مانتے تھے،آپ کی تعریف وحوصلہ افزائی بھی کرتے رہتے تھے۔آپ کے ساتھ اساتذہ کا الطاف کریمانہ دیکھ کر دیگر طلبہ آپ پر رشک کرتے ،راستے سے گزرتے تو بعض طلبہ جو آپ کا نام سن چکا ہوتا مگر آپ سے ملاقات نہیں ہوئی ہوتی تو راستہ روک کر پوچھتے کہ ’’امین الدین‘‘ آپ ہی کا نام ہے۔

اساتذہ

آپ کے وہ اساتذہ جن کی خدمت میں رہ کر آپ نے علم و ہنر کے جواہر عالیہ چن کر اپنے دامن مراد کو بھرا تھا اور جن کی نگاہ کیمیاء اثر نے شرف وشرافت اور عزت کی چوٹی کی منزل پر پہنچایا تھا ان مخلص اہل سنت اساتذہ میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) جلالۃ العلم حضور حافظ ملت الشاہ عبد العزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ۔

(۲) استاذ الاساتذہ حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ۔

(۳) شمس العلماء حضرت علامہ قاضی محمد شمس الدین جعفری جونپوری علیہ الرحمہ۔

(۴) بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ مبارک پور۔

(۵) محدث کبیر حضرت علامہ محمد ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری گھوسی۔

(۶) قاضی شرع بہار حضرت علامہ مفتی عبد الحفیظ برکاتی علیہ الرحمہ بیرا بہار۔

(۷) حضرت علامہ مولانا اسرار احمد صاحب قبلہ مبارک پور۔

(۸) حضرت مولوی حکیم محمد ضمیر الدین عرف جمعن صاحب قبلہ دوہی نیپال۔

فراغت

یکم جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ، مطابق ۹ رمئی ۱۹۷۸ء میں حضور حافظ ملت کے عرس کے موقع پر ۲۴ رسال کی عمر میں آپ کے سر پر وراثت نبوی کا تاج رکھا گیا۔ اطراف واکناف میں اس پایہ کے عالم بننے والا پہلا شخص آپ ہی تھے۔ متعدد دلوں کی امید گاہ بھی تھے اور ہر آنکھ کے لئے سکون وقرار کا سامان بھی۔ اسی لئے اس زریں موقع پر دوست واحباب بھی جامعہ اشرفیہ عرس حافظ ملت علیہ الرحمہ میں آپ کے سر پر علماء ومشائخ کے ہاتھوں دستار بندی کا نورانی منظر دیکھنے اور آپ کی گل پوشی کے لئے حاضر ہوئے۔ ان احباب میں خاص طور پر قابل ذکر حضرت مولانا محمد ذاکر حسین نوری ہیں جن کا آپ سے حد درجہ لگاؤ تھا اور فراغت کے بعد بھی مفتی صاحب قبلہ کی تدریسی زندگی کا اکثر حصہ انہیں کی معیت ورفاقت میں گذرا۔ نوری صاحب قبلہ اس خوشی کے موقع پر لمبا سفر طے کر کے پہنچے اور اپنے ہاتھوں

سے ہار مفتی صاحب قبلہ کے گلے میں ڈالا ۔ جب آپ فارغ ہو کر گھر پہنچے تو والدین کی خوشیوں کی انتہا نہیں تھی، جنہوں نے آپ کو عالم بنانے کا خواب اپنی آنکھوں میں سجایا تھا اور آج جن کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا وہ خوشی میں پھولے نہ سما رہے تھے۔ باپ ہاتھوں کو دراز کر کے رب کریم کا شکر ادا کر رہے ہیں تو ماں آنچل پھیلائے آنکھیں سوئے آسماں کئے اللہ رب العزت کے اس احسان عظیم کا اعتراف کر رہی ہیں۔

بیعت: آپ نے قطب وقت ولی کامل، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ بریلی شریف کے مقدس ہاتھوں پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اسی نسبت سے آپ اپنے نام کے ساتھ نوری بھی لکھتے تھے۔ اور اسی محبت وعقیدت کا نتیجہ تھا کہ جب آپ نے اپنے گاؤں میں دارالعلوم امجدیہ قائم فرمایا تو اس محلّہ کا نام نوری نگر رکھا۔

تدریسی خدمات

مفتی صاحب قبلہ کی ذکاوت وذہانت، خداترسی، پارسائی اور علمی لیاقت وقابلیت اساتذہ کے نزدیک خوب مسلم تھی۔ اور چونکہ آپ حسن سیرت وکردار، نبوی خصائل وگفتار، انداز تبلیغ ورشاد اور زور بیان وکلام سے واقف تھے، اسی لئے جب کاسگنج یوپی کے دارالعلوم میں ایک لائق وفائق استاذ کی ضرورت محسوس ہوئی اور اساتذہ اشرفیہ کو ایک استاذ ومدرس بھیجنے کو کہا تو اساتذہ کی نظر انتخاب آپ ہی پر پڑی اور عارضی مدرس بنا کر آپ کو وہاں بھیج دیا۔ یہ زمانہ طالب علمی کی ہی بات ہے یعنی جس سال دورۂ حدیث کے طالب علم تھے اسی سال چند ماہ کے لئے بحیثیت عارضی مدرس متعین کر دیا اور عرس کے موقع پر دستار کے لئے آپ پھر جامعہ آ گئے۔ پھر دستار کے بعد تعلیم مکمل کرنے کے بعد اساتذہ نے دوبارہ اسی علاقہ میں تدریسی خدمات کے لئے روانہ کر دیا۔ اساتذہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور تعمیل حکم کے لئے بخوشی ورضا اس کام میں مصروف ہو گئے۔ شب وروز محنت ومشقت کرتے مدرسہ کے تعلیمی حالات میں انقلاب پیدا کرتے رہے اور دور دراز سے آئے ہوئے طالبان علوم نبویہ کو جام علم سے سیراب کرتے رہے۔ زوردار خطیب و واعظ اور بے باک ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت تو آپ تھے ہی اس لئے اس علاقہ کے بدمذہبوں سے آپ الجھ پڑتے۔ کیونکہ اس علاقہ میں بدمذہب زیادہ تھے اس وجہ سے آپ کا اکثر ان لوگوں سے پالا پڑتا ہی رہتا تھا اور آپ بھی جم کر ان لوگوں کا ردوتعاقب

کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

کاسگنج کے اطراف واکناف میں جب آپ کی علمی سطوت اور بے باکی وجرأت کا آوازہ پھیلنے لگا تو بدمذہب حضرات آپ سے بحث کرنے میں گھبرانے اور کترانے لگے۔تقریر میں بھی جم کران لوگوں کی دریدہ ذہنی کا رد کرتے اور شان نبی میں ان کے اکابر نے جو گستاخیاں کیں ہیں عوام اہل سنت کو ان سے آگاہ کرتے۔سنیوں کو ان گستاخوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے۔اب آپ اس علاقہ سے متصل دوسرے علاقوں کے لئے غیر معروف نہیں رہ گئے۔سب آپ سے مانوس ومتعارف ہوگئے۔آپ کی سحر انگیز تقریر وبیان کے شیدائی ہوگئے۔سوکثرت سے آپ تقریری پروگرام میں بھی شرکت کرنے لگے اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت میں شب وروز مصروف رہنے لگے۔ایک سال تک آپ نے یہاں تدریسی اور دینی ملی خدمات انجام دیں۔اس دوران بہت سے ماہر تلامذہ کا قافلہ اور اسلامی فوج تیار کر کے قوم کے حوالہ کئے۔مگر افسوس کہ ان تلامذہ میں کسی کا نام وحال تادم تحریر معلوم نہ ہوسکا۔اور نہ ہی حضرت کی حیات میں کبھی اس بارے میں گفتگو ہوسکی۔

کاس گنج دارالعلوم میں آپ کا مشاہرہ ساڑھے تین سو تھا۔ ہندو مسلم فساد ہوجانے کی وجہ سے آپ کسی طرح جان بچا کر گھر آگئے پھر دوبارہ والدین نے وہاں جانے سے منع کر دیا اس لئے آپ وہاں دوبارہ نہیں گئے اور اپنے گاؤں سے قریب بھلا اٹھروا بہار کے دارالعلوم میں صدرالمدرسین کے عہدے پر فائز ہوکر درس وتدریس کا فریضہ انجام دینے لگے۔ وہاں سے مستعفی ہونے کے بعد بیگو سرائے ضلع بھاگلپور کے کسی دارالعلوم سے منسلک ہوگئے ۔ یہاں حضرت مولانا محمد ذاکر حسین نوری کے ساتھ تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ان تمام مدارس میں جب تک آپ رہے پوری امانت ودیانتداری اور محنت ولگن کے ساتھ علم وفن کے جوہر لٹاتے رہے اور اسلام کے پیغام کو خلوص وللّٰہیت کے ساتھ عام کرتے رہے۔

جب آپ کے گاؤں میں دارالعلوم ’’گلشن مدینہ‘‘ قائم ہوگیا تو پھر اسی میں صدرالمدرسین منتخب ہوگئے اور کئی سال تک اس گلشن کو اپنے خون جگر سے سینچتے رہے۔ یہاں بھی مولانا محمد ذاکر حسین نوری آپ کے ساتھ رہے بلکہ یہاں جتنے سال آپ نے تدریسی خدمات میں گذارے وہ آپ ہی کی وجہ سے۔ اور جب مولانا ذاکر حسین اس مدرسہ سے برطرف ہوگئے تو آپ نے بھی اپنی برطرفی کا اعلان کر دیا۔ادھر ان دونوں شخصیت کا ہٹنا تھا کہ اس محلّہ کے برے دن کا آغاز ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ مدرسہ ویران ہوگیا۔ جہاں طلبہ رات ودن جام علم سے سیراب ہوتے

رہے آج اس کی ویرانی پر رونا آتا ہے۔اس کی بربادی کا تفصیلی بیان کسی مصلحت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ جب کوئی چمن ویران ہو جاتا ہے تو پنچھیاں دوسرے چمن کو اپنے شیریں ترانوں اور چہچہاہٹ سے آباد کرتی ہیں۔چمن علم وحکمت گلشن مدینہ ویران ہو گیا، حاسدین وصاحبان افکار رذیلہ کی نظر بد کا شکار ہو گیا تو مفتی صاحب قبلہ نے دوسرے دار العلوم کا رخ کیا۔ارادہ تو یہی تھا کہ اب تدریس کا سلسلہ موقوف کر کے یکسوئی اختیار کر لی جائے اور اللہ اللہ کے وظیفہ میں مست ومگن ہو جائیں۔گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹائیں، کھیتی باڑی میں لگ جائیں۔مگر احباب اور اراکین دار العلوم نے اتنی مہلت نہ دی کئی ایک دار العلوم سے خطوط و پیغام آئے ۔بالآخر دار العلوم حنفیہ اشرفیہ لہان ضلع سرہا کے اراکین کی پکار پر لبیک کہا اور ان حضرات کی تکمیل آرزو کے لئے اپنی تدریسی خدمات کے لئے اسی دار العلوم کو منتخب کیا۔ یہاں جب آپ بحیثیت صدر مدرس اور مفتی شہر تشریف لائے تو شروع شروع میں کوئی یہ ماننے اور یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھا کہ آپ زبردست عالم دین ہیں ۔ بہت حضرات تو اراکین کو کوسنے بھی لگے کہ کس مولانا کو اٹھا کر لے آئے ہیں۔مگر جب جمعہ کے دن آپ کا وہ خطاب نایاب ہوا جو آپ کی علمی لیاقت وصلاحیت کا آئینہ دار تھا تو اہل شہر انگشت بدنداں ہو گئے اور آپ کی علمی شان وجلالت کے ایسے معترف اور دیوانے ہو گئے کہ سب نے آپ کو اپنی پلکوں پر بیٹھایا اور آپ کی بارگاہ میں اپنا کشکول عقیدت لیکر حاضر ہونے لگے اور اپنے دینی مسائل کے حل کا مرکز بنالیا۔

یہاں سے درس وتدریس، وعظ ونصیحت، تبلیغ وارشاد کے ساتھ ایک نئی ذمہ داری اور اہم ذمہ داری کا آغاز ہوا۔ لہان اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں، گاؤں، قصبوں، شہروں میں جب یہ بات پھیل گئی کہ مفتی صاحب قبلہ دار العلوم حنفیہ اشرفیہ میں جلوہ بار ہو چکے ہیں تو ہر طرف سے لوگ شرعی مسائل کے لئے آپ کی طرف لپک اور ٹوٹ پڑے۔ ہر ممکن کوشس کی کہ کار افتاء بہت اہم ذمہ داری ہے اس کے لئے وقت ومطالعہ درکار ہے، اس لئے دامن بچانے کی کوشس کرتے رہے۔مگر علماء واحباب وعوام وخواص کے اصرار پیہم پھر کثرت استفتاء نے دامن بچانے نہیں دیا۔ پھر کیا تھا پوری تن دہی کے ساتھ اس کار اہم کو بھی انجام دینے لگے۔فقہ وافتاء میں مہارت سے متعلق گفتگو انشاءاللہ آگے ہوگی۔

تقریباً سات یا آٹھ سال اس دارالعلوم میں صدرالمدرسین اور مفتی کی حیثیت سے رہے۔ پھر کسی نامعلوم سبب کی بناء پر مستعفی ہوگئے۔ اس دوران کا عرصہ اپنے سسرال پود ما ضلع مدھوبنی بہار کے مکتب و مسجد میں گذارانے کا ارادہ کیا اور وہیں مکتب میں رہ گئے۔ مگر طلبہ نے یہاں بھی چین سے رہنے نہ دیا۔ دراصل مفتی صاحب قبلہ چلتا پھرتا دار العلوم تھے، جہاں چلے جاتے اگر وہ مکتب ہوتا تو وہ دارالعلوم اور جامعہ کا منظر ہی پیش کرتا۔ جو طلبہ دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ میں آپ کے زیرنگرانی تعلیم حاصل کررہے تھے اکثر یہاں آگئے۔ آپ نے ان بچوں کے رہنے سہنے، کھانے پینے کا انتظام کر کے قیام کی اجازت دیدی۔ یہاں رابعہ تک کے طلبہ جمع ہوگئے تو شب و روز اسی اجڈ دیہات میں بھی علم کی شمع جلانے لگے۔

پھر اپنے قائم کردہ ادارہ دارالعلوم امجدیہ نوری نگر اٹہروا کھریانی میں پڑھانے لگے۔ ایک سال تک گاؤں کے نونہالوں کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتے رہے۔ جب لہان کے بہت سے اراکین و ممبران آپ کے پاس آئے اور بضد ہوئے کہ آپ اپنی خدمات و برکات سے دارالعلوم کو پھر نوازیں اور اس کی رونق، چمک، دمک میں چار چاند لگائیں تو آپ نے دل شکنی کئے بغیر اس شرط کے ساتھ درخواست قبول فرمالی کہ چندہ مجھ سے نہیں کروایا جائے۔

غالباً آپ اس ادارہ سے مستعفی بھی اسی وجہ سے ہوئے تھے کہ کمیٹی والوں نے زور ڈالا ہوگا کہ رمضان کا چندہ کرنا ہوگا۔ جبکہ آپ فصلی چندہ مثلاً دھان، گیہوں کٹنی کے موقع سے کچھ غلہ اکٹھا کرہی لیتے تھے۔ اور رمضان میں بھی لہان میں رہ کر کچھ ملنے جلنے والوں سے چندہ وصول کر لیتے تھے۔ مگر کوئی آپ پر اپنا دباؤ ڈالے یہ آپ کو قطعی پسند نہیں تھا۔ دراصل آپ چندہ کرنے سے بہت کتراتے تھے ورنہ تو ملک و بیرون ملک کے بڑے بڑے مشہور و معروف اداروں سے اچھے عہدوں کی پیش کش کی گئی تھی مگر چندہ کرنا پڑے گا اس لئے ان سب اداروں کو نظرانداز کردیا۔ جبکہ آپ جہاں چلے جاتے وہاں آپ کے چاہنے والے بہت ہوجاتے تھے۔ اگر آپ چاہتے تو ڈھیر سارا چندہ کر سکتے تھے مگر نہ جانے کیوں آپ کو چندہ سے اس درجہ نفرت و دوری تھی۔ جب تک صحت و تندرستی نے ساتھ دیا آپ وہیں رہے۔ پھر جب زیادہ علیل رہنے لگے تو اپنے گاؤں آگئے۔ اس حساب سے آپ کی تدریسی خدمات کی آخری پڑاؤ دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان ہی ہے۔ تقریباً دس سال آپ نے دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان کو اپنی خدمات سے نوازا۔

اندازِ تدریس

آپ کو درس نظامی کے تمام فنون کی کتابوں پر گہری نظر تھی، حتیٰ کہ یہ بھی آپ کے ذہن میں مستحضر تھا کہ فلاں مسئلہ فلاں فلاں کتاب میں اس باب کے تحت ہے اور اس بارے میں فلاں فلاں کا یہ نظریہ ہے۔ جو کتابیں پڑھانی ہوتی ان کا مطالعہ مغرب بعد یا عشا بعد ہی کر لیتے تھے اور خوب دل جمعی سے مطالعہ کرتے پھر پڑھانے کے لئے درس گاہ میں حاضر ہوتے ۔ جماعت کے دو تین طلبہ سے عبارت سنتے، غلطی پر ٹوکتے اور تصحیح کرتے۔ پھر اس کے بعد بسا اوقات سبق کے مضمون کا خلاصہ زبانی ذہن نشیں کرا دیتے اور اسکے بعد ترجمہ اور تشریح۔ فراغت کے بعد ساڑھے سینتیس سالہ زندگی میں ساڑھے تینتیس سال آپ مختلف مدارس میں تدریسی خدمات پر معمور رہے۔ اور پوری تندہی کے ساتھ طلبہ مدارس اسلامیہ کو حدیث، تفسیر، فقہ، منطق، فلسفہ، نحو، صرف، اور دیگر علوم سے سیراب کرتے رہے۔ آپ کا انداز تدریس بہت ہی نرالہ اور لاجواب تھا۔ آپ طلبہ کے ذہن میں مضمون کتاب کو اتار دیتے تھے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ آپ پڑھاتے کیا تھے بس مضمون گھول کر پلا دیتے تھے۔ آپ کو تفسیر، حدیث، عربی ادب اور نحو وصرف میں کامل درک و ملکہ حاصل تھا۔ اس لئے آپ ابتدائے جماعت سے لیکر منتہی جماعت کے طلبہ سے عبارت خوانی ضرور کرواتے اور خاص طور پر نحو میر اور اصول صرفیہ کا اجرا کرواتے۔ اور اس بارے میں طلبہ سے پوچھتے بھی کہ یہاں کون سا اعراب ہوگا اور کیوں؟ تعلیل خاص طور پر معتل ومہموز کے قواعد اور نحو میں مرفوعات، منصوبات اور مجرورات کا حافظ ہونا تو ہر طلبہ کے لئے ضروری تھا۔ ذرا سی غفلت و سستی پر زجر و توبیخ اور عار دلاتے، ضیاع وقت کے خوگر اور محنت و مطالعہ سے جی چرانے والے طلبہ کو نصیحت وتنبیہ کرتے۔ پھر بھی وہ اپنی اصلاح نہیں کرتے تو ڈانٹ ڈپٹ کرتے اور اردو کتب کا مطالعہ کی رغبت دلاتے تھے۔

جب میں لہان آپ کی بارگاہ میں نور علم اخذ کرنے کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے مجھے بڑی محبت و اخلاص کے ساتھ پڑھایا اور محنت کرنے پر خوب انگیخت کیا کرتے تھے۔ پورا ہدایۃ النحو میں نے آپ ہی سے پڑھا اس کے تمام مضامین کا خلاصہ زبانی مجھ سے سنتے اور جب پوری کتاب سن چکے تو اخیر میں فرمایا کہ پہلا طالب تم ہو جس نے پوری کتاب سنا دی اور اس کے سارے مضامین بھی از بر کر لئے۔ ہونہار طلبہ پر آپ خوب محنت کرتے اور نہایت توجہ کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ دار العلوم حنفیہ اشرفیہ لہان میں جب میرا داخلہ ہوا تو پہلے ہی دن کے سبق سے آپ نے بھانپ لیا کہ میں محنتی طالب علم ہوں۔ (الحمد للہ علیٰ ذلک) چنانچہ آپ نے مجھے اپنے قرب سے نوازا اور ایک ہی سال میں ثانیہ کی تمام کتابیں پڑھانے کے

بعد اسی سال ثالثہ کی کتابیں بھی شروع کرا دیں۔نحو وصرف وفقہ کے مسائل وقواعد اپنے کمرہ میں بلا کر مجھ سے زبانی پوچھتے تھے اور یہ سب درس کے اوقات کے سوا اس وقت بلا کر پوچھتے جب دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد قیلولہ کے لئے اپنے بستر پر دراز ہو جاتے تو میں آپ کا بدن پیر اور ہاتھ وسر دباتا بھی اور وقفہ وقفہ مجھ سے کچھ سنتے بھی۔بعض کتابیں طلبہ کو سوال و جواب کی صورت میں پڑھاتے تھے۔آپ کے انداز تدریس کے حوالہ سے صاحبزادہ حضرت مولانا مفتی احمد رضا ثقافی امجدی لکھتے ہیں ''جب آپ تفسیر پڑھاتے تو تقریباً ہر آیت کریمہ کے تحت افہام تفسیر کے لئے متعدد احادیث کریمہ پیش کرتے۔یوں ہی جب آپ فقہی کتب پڑھاتے تو مسائل شرعیہ کے مثبت ومنفی پہلو پر دلائل میں مزید استحکام وتقویت بخشنے کے لئے آیات واحادیث تلاوت فرماتے جس سے متعلمین کو مسائل کا سمجھنا بے حد آسان ہو جاتا''

آپ کی درس گاہ کی ایک خوبی یہ تھی کہ جس طالب علم کو سمجھ میں کتاب نہیں آتی اسے بلا خوف وخطر اور بے کسی احساس حیاء کے دوبارہ پوچھنے یا الگ سے اوقات درس کے بعد سبق پڑھنے اور سمجھنے کی مکمل اجازت وآزادی تھی۔ہر طالب علم کو مضمون سبق اور خارجی وکتابی اعتراض کرنے کی بھی آزادی تھی۔اور یہ اس لئے کہ اگر چہ آپ کیم وشحیم نہیں تھے کہ جس سے رعب و دبدبہ پیدا ہو مگر جلال علمی کا ایسا دبدبہ تھا کہ طالب علم جلد کچھ بولنے کی جسارت نہیں کر پاتا تھا۔حضور امین شریعت نے طلبہ کے ذہن کو بھانپ کر یہ اجازت وآزادی علی الاعلان دی تھی تا کہ کوئی طالب علم فیضان علم سے محروم نہ رہ جائے۔

امین شریعت بحیثیت مفتی

حضور امین شریعت بیشتر اسلامی علوم وفنون میں مہارت رکھتے تھے،جس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ مختلف مجالس ومحافل خصوصاً طلبہ سے دوران درس مخاطب ہوتے تو جو رموز واسرار،نکات وباریکیاں اور موشگافیاں کسی مسئلہ کی گتھوں کو سلجھانے میں بیان کرتے وہ آپ کی تبحر علمی اور ہر فن مولیٰ ہونے پر شاہد ہوتی تھیں۔خاص طور پر فقہ وفتاویٰ اور حدیث دانی وحدیث بیانی میں آپ کو حیرت انگیز حذاقت ومہارت حاصل تھی۔باب فقہ میں جو ید طولیٰ حاصل تھا۔اس بارے میں آپ فرمان رسالت مآب ''مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ خَیْرًا یُفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ

" کے مصداق کامل تھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقہ جیسی بیش بہا نعمت سے نوازا تھا، اس کی باریکیوں کو سمجھنے، درپیش نو پید مسائل کو حل کرنے کی لیاقت وقابلیت آپ کے اندر ودیعت فرمائی تھی۔ مختلف مدارس میں قیام کے دوران اس فن کی زبردست نشر واشاعت اور فقہ حنفی کی ابلاغ وتبلیغ، حمایت وتائید میں عظیم خدمات وقربانیاں دی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی تلامذہ میں بالغ شعور مفتیان کرام کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اور عوام وخواص نے بھی ہمیشہ انہیں خدمات جلیلہ کی بنا پر ''مفتی صاحب'' ہی سے یاد کیا اور بعد وصال بھی اسی لقب سے یاد کرتے ہیں۔

منضبط طور پر آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز مدرسہ دار العلوم حنفیہ اشرفیہ لہان سے کیا اور مفتی کے عہدہ کے لئے ہی آپ وہاں بلائے گئے تھے۔ سرہا ضلع کے اکثر باشندے آپ ہی کے پاس استفتاء لے کر حاضر ہوتے اور مفتی صاحب قبلہ ان کے مسائل کا جواب شافی عنایت فرماتے۔ تفقہ فی الدین اور فقاہت کیا ہے وہ آپ کے حصے میں وافر مقدار میں آئی تھی اور آپ اس نعمت سے خوب مالا مال تھے۔ اور کیوں نہ ہو کہ آپ نے اس فن کے یکتائے روزگار، قدآور شخصیات ورجال اور وقت کے جلیل القدر فقہاء و ماہرین علوم اسلامیہ اور فقاہت وتفقہ میں ضرب المثل نابغہ روزگار، میدان فقہ وفتویٰ کے عظیم شہسواروں کے حضور زانوئے تلمیذ کئے اور جی بھر کر اس فن کے جواہر اپنے دامن میں سمیٹتے رہے۔ آپ کے اساتذۂ کرام کو بھی آپ کی فقہی بصیرت، مسائل شرعیہ میں تمہر، جزئیات فقہیہ کے استحضار اور متعارض اقوال کے اتفاق وانطباق اور توفیق وتطبیق دینے جیسی خوبیوں اور کمال پر کامل اعتماد تھا۔ اور آپ نے بھی اپنے ان مؤقر اساتذہ کے اس اعتماد کا پاس ولحاظ رکھا۔ کبھی آپ کے قلم حق رقم سے کوئی ایسا فتویٰ صادر نہیں ہوا کہ جس کی وجہ سے اساتذہ کے اعتماد ووثوق میں آنچ آئی ہو۔ جی توڑ محنت کرتے اور فقہی کتب کا بکثرت مطالعہ کرتے رہتے۔

فقیہ عصر حضور امین شریعت کو فقہی جزئیات اس طرح مستحضر تھیں کہ کتب فقہیہ کی بیشتر عربی عبارتیں یاد تھیں۔ اور یہ راز اس وقت کھلتا جب آپ تقریر کرنے کے لئے کرسئی خطابت کو زینت بخشتے۔ کسی حدیث کی تشریح اور اپنے دعویٰ کے اثبات پر فقہ حنفی کی کتابوں کی عربی عبارت ایک ہی سانس میں تسلسل کے ساتھ پڑھتے تو یہ فیصلہ کرنا متعذر ہو جاتا کہ حدیث پڑھ رہے ہیں یا کتب فقہیہ کی عبارات۔ آپ جس سوال کا جواب دیتے وہ احادیث وفقہی عبارات و جزئیات سے آراستہ ہوتا۔ بغیر دلیل ومطالعہ محض رجماً بالغیب جواب ہرگز نہیں دیتے تھے۔ اگر فی الوقت کسی سوال کا

جواب پورے یقین سے معلوم نہیں ہوتا تو کہہ دیتے کہ مجھے اس وقت معلوم نہیں بعد میں بتاؤں گا۔

آپ کی ایک عادت تھی کہ ہر سوال کا جواب مدلل ہو۔ زبانی طور پر بھی کسی سوال کا جواب دیتے تو حوالہ ضرور پیش کرتے۔ ہاں کبھی ہاں یا نا میں بالاختصار جواب دیدیتے تھے۔ مگر ایسا نہیں کہ وہ جواب اٹکل پچو ہوتا بلکہ وہ بھی آپ کی وسعت مطالعہ کا عکاس ہوتا تھا۔ بسا اوقات میرے ساتھ ایسا ہوا کہ میں نورالایضاح کے درس میں آپ سے سوال کرتا تو آپ بے حوالہ ہی جواب دیدیتے، کسی فقہی کتاب کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے میرے ذہن میں یہ وہم پیدا ہوتا رہتا تھا کہ آخر آپ نے حوالہ کیوں نہیں دیا؟ یہ مسئلہ بھی تو کسی نہ کسی کتاب میں ضرور ہوگا، حضرت کو تو بتانا چاہئے تاکہ تسلی ہو جاتی، اللہ جانے اس میں کیا حکمت تھی۔ ایک بار نورالایضاح کے درس کے دوران سوال کیا کہ نماز میں پہلی رکعت کے علاوہ دوسری رکعتوں میں تسمیہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ چونکہ اس سے پہلے کسی نے بتایا تھا کہ نہیں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ تسمیہ پہلی رکعت ہی میں مشروع ہے اور اس نے بھی اس پر کوئی دلیل یا حوالہ نہیں بتایا تھا، اس لئے میں نے حضرت سے دوبارہ پوچھا تاکہ باحوالہ جواب عنایت فرما کر مجھے تسلی بخشیں۔ مگر حضرت نے بھی یہ مختصر جواب دیکر خاموش کر دیا کہ ہاں پڑھ سکتے ہیں۔ اب میں مزید کچھ عرض نہیں کر سکا جس کی وجہ سے میرے ذہن میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت نے اس بنا پر جواب دیا ہو کہ نماز امر اہم ہے اس لئے بسم اللہ سے ہر رکعت کو شروع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ میرا وہم تھا اور اس وہم کا جنازہ اس وقت نکلا جب میں نے درمختار اور ردالمحتار میں اس کے استحباب پر جزئیہ دیکھا اور پھر یہ یقین ہو گیا کہ حضرت کا کوئی جواب بغیر دلیل کے نہیں ہوتا تھا۔ پورا جزئیہ قارئین کے نذر ہے:

درمختار میں ہے:

وکما تعوذ سمی غیر المؤتم بلفظ البسملة سرا فی اول کل رکعة ولو جهرية ، لا تسن بين الفاتحة والسورة مطلقا ولو سرية ولا تكره اتفاقا اه۔(۳۲۹ نعمانیہ ج ۱)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ (لاتسن) هذا قولهما و صححه فی البدائع ۔ وقال محمد تسن ان خافت لا ان

جهـر ۔ ونسـب ابـن الضياء فی شرح الغزنوية الاول الیٰ ابن یوسف فقط وذکر فی المصفیٰ ان الـفتویٰ علیٰ ابی یوسف انه یسمیٰ فی کل رکعة یخضها ۔و ذکر فی المحیط المختار قول مـحـمـد وهـو ان یسـمـیٰ قبـل الـفـاتحة وقبل کل سورة فی کل رکعة وانما اختیر قول ابی یـوسف لان لـفظة الفتویٰ اکد و ابلغ من لفظة المختار کذا فی شرح عمدة المصلی اھ۔(۳۲۹ نعمانیہ ج۱)

ردالمحتار میں ہے:

(قـولـه ولا تـکـره اتـفـاقا)ولهذا صرح فی الذخیرة والمجتبیٰ انه ان سمی بین الفاتحة والسـورـة الـمقروء ة سرا او جهرا کان حسنا عند ابی حنیفة و رجحه المحقق ابن الهمام و تلمیذه الحلبی لشبهة الاختلاف فی کونها آیة من کل سورة۔ بحرا اھ۔(۳۲۹-۳۳۰ج۱)

اہل علم وبصیرت جانتے ہیں کہ فتویٰ نویسی کا فن کس قدر دشوار ہے، کثیر المطالعہ اور علوم اسلامیہ میں محض کمال و مہارت کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے مفتی ماہر کی صحبت و رہنمائی، مزاولت وممارست، باریک بینی، متانت کے ساتھ غور وفکر، دقت نظر، اصول وقواعد حنفیہ میں بالغ نظری، فقہی جزئیات کی فہم وفراست اور بھی دوسرے شرائط و آداب سے متصف ہونا ضروری ہوتا ہے تب جا کر کوئی اس عہد ومنصب کا اہل ہوسکتا ہے۔جس طرح طبیب حاذق کی مدتہائے دراز کے بغیر کوئی طبابت کا اہل ولائق نہیں ہوسکتا اسی طرح محض کتب فقہ مطالعہ کر کے درس وتدریس میں مہارت کالوہا منوا کر بغیر کسی مفتی ماہر کی خدمات وصحبت اختیار کئے مفتی نہیں ہوسکتا۔ وہ شرائط وضوابط، اصول واحکام جوایک مفتی کیلئے حرز جاں ہونے چاہئے اور جن خوبیوں واوصاف سے فتاویٰ کا آراستہ ہونا ضروری ہے وہ درج ذیل سطور میں رقم کئے جاتے ہیں۔ پھر آپ اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ سکتے ہیں کہ مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی حیات فتویٰ نویسی انہیں شرائط واصول کے محور پر گردش کرتی تھی۔فتویٰ نویسی کا اہل وہی ہوسکتا ہے جو درج ذیل شرائط وآداب کا جامع ہو اور اپنے فتویٰ میں ان اصول کا التزام کرے۔

(۱) فتویٰ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہی دے۔

(۲) طبقات فقہاء مجتہدین سے آگاہی رکھتا ہو۔

(۳) جب کسی حادثہ میں اول طبقہ کے لوگوں میں سے کسی کے قول سے حادثہ کا جواب معلوم نہ ہو اور اس میں مشائخ ومتاخرین کا کوئی قول ملے تو اس پر عمل کرے۔ اگر اس میں متاخرین فقہاء کا اختلاف ہو تو اکابر فقہاء کے قول پر دیدے جو اکابر مشاہیر کے معتمد علیہ ہوں۔

(۴) مفتی پر یہ بھی ضروری ہے کہ جس کے قول کے موافق فتویٰ دے اس کا حال خوب اچھی طرح معلوم ہو۔

(۵) اپنے فائدہ وغرض یا کسی کی بے جا حمایت میں اقوال مہجورہ سے فتویٰ نہ دے۔

(۶) فتویٰ نقل کرتے وقت کتب معتبرہ کی طرف رجوع کرے۔

(۷) اپنے موقف کی تائید میں کتاب وسنت واجماع امت سے استدلال کرے۔

(۸) فتویٰ فقہی جزئیات سے آراستہ کرنے کا التزام کرے۔

(۹) نو پید مسائل کے احکام کی تخریج اور ان پر جزئیات کا انطباق میں مہارت ہو۔

(۱۰) اطلاق وتقلید، ناسخ ومنسوخ کی تعیین وتشریح، صریح ومحمل کے مفہوم اور دوسرے ضروری فقہی اصول وقواعد سے واقفیت ہو۔

(۱۱) سائل کے سوال کو اچھی طرح سمجھنا پھر متانت وسنجیدگی، فکر وتدبر کے ساتھ کتب معتبرہ متداولہ کی روشنی میں جواب تحریر کرنا۔

(۱۲) مغلق وپیچیدہ سوالوں کے ہر مخفی گوشوں کی تنقیح وتوضیح۔

(۱۳) جواب دینے میں عجلت سے احتراز۔

(۱۴) جن مسائل کا حکم معلوم نہ ہو اس میں توقف یا اپنی لاعلمی کا اظہار۔

(۱۵) بے تحقیق محض رجماً بالغیب موشگافیاں نہ کرے۔

(۱۶) عرف وتعامل، حالات زمانہ، بلاد واشخاص اور عادات سے آگاہی۔

(۱۷) خلاف شرع فتویٰ سے رجوع کرنے میں عار محسوس نہ کرے۔

(۱۸) استفتاء کے جواب دینے میں اختصار وجامعیت ملحوظ ہو۔

(۱۹) جواب ایسا ہو کہ سائل پر حکم شرع بالکل واضح و واشگاف ہو جائے۔اور الفاظ کے پیچ وتاب میں ہچکولے کھانے والا نہ ہو۔

(۲۰) علماء ومشائخ سے متعلق کئے گئے سوالوں کے جواب میں حقیقت حال سے واقفیت اور واقعہ کی خوب تحقیق و تفتیش۔

(۲۱) عقائد کفریات سے متعلق سوالوں کے جواب میں کافی حزم واحتیاط برتے۔

(۲۲) فقہاء کے مابین رائج الفاظ مثلاً یجوز، قالوا، قیل، ینبغی، لاینبغی، اور لابأس وغیرہ الفاظ ومصطلحات کے معانی ومدارج پر گہری نظر ہو۔

(۲۳) متعارض دلائل کے درمیان تطبیق پر قدرت وملکہ۔

(۲۴) اقوال مفتیٰ بہا کی علامت ان کے مراتب قوت مثلاً وعلیہ الفتویٰ، و بہ یفتیٰ، وبہ ناخذ ،وعلیہ الاعتماد ،وعلیہ عمل الیوم،وعلیہ عمل الامۃ،وھوالصحیح ، وھو الاصح، وھوالاظھر،وھوالاشبہ، وھو الاوجہ، وھوالمختار، وبہ جری العرف ،وھوالمتعارف ، وبہ اخذ علماء ناوغیرہا کی معرفت۔

یہ وہ شرائط وآداب ہیں جن سے ایک مفتی کا آراستہ ہونا بے حد ضروری ہے، ورنہ قدم قدم پر لغزش وٹھوکر کھائے گا۔حضرت مفتی امین الدین علیہ الرحمہ ان تمام شرائط وآداب، معیار شریعت اور میزان فتویٰ نویسی میں بالکل کھرے تھے۔جب کسی استفتاء کا حکم وجواب لکھنے کے لئے بیٹھتے تو قبل اس کے کہ کوئی حکم لکھیں اس کے ہر ہر پہلو پر مکمل غور و خوض اور کامل اطمینان کے بعد ہی کوئی جواب وحکم حوالہ قرطاس کرتے تھے۔اپنے فتاویٰ میں اس بات کا بھی التزام کرتے تھے کہ اگر کوئی سوال واستفتاء توجہ طلب ہوتا تو اس کا ایسا تحقیقی وتجزیاتی جواب تحریر فرماتے کہ ہر پہلو پانی پانی ہو جاتا۔کوئی گوشہ تشنہ نہ رہتا اور نہ ہی سائل کے ذہن میں کوئی الجھن باقی رہتی کہ جس کی تنقیح وتوضیح کے لئے توجہ درکار ہو۔ہر فتویٰ مابین الایجاز والاطناب ہوتا تھا۔نہ اس قدر اجمال کہ سوال عقدہ کشائی سے رہ جائے اور نہ ہی ایسی تفصیل وطولانی کہ ذہن سائل یا سوال وجواب گیسوئے دراز میں الجھ کر رہ جائے۔فتاویٰ کا ہر ایک کلمہ وجملہ آپ کی

وسعت مطالعہ، دقت نظر، تعمق فکر، کتب اسلامیہ کا احاطہ اور جزئیات فقہیہ کے استحضار کا غماز ہوتا تھا۔

فقہ و فتویٰ میں تھے وہ ایسے ماہر

کہ ہر فن کا کھلتا راز یاں دیکھا

مگر افسوس کہ آپ کے قلم حق رقم سے نکلنے والے یہ علمی جواہر پارے اور فقہی معلومات کے ذخائر و دفاتر محفوظ نہ رہ سکے۔ اس کی وجہ ان فتاویٰ کے عکوس محفوظ نہ رکھنا اور دوسرے ان تلامذہ کی تساہلی جنہوں نے ایک طویل مدت آپ کی خدمت و صحبت میں گزاری۔ خاص طور پر شاہزادہ گرامی حضرت مفتی احمد رضا ثقافی اور برادرزاد حضرت مولانا نور محمد ثقافی رضوی جواب دہ ہیں۔

رد بدعات وخرافات

جس قوم میں بدعات ومنکرات اور خرافات وواہیات عام ہو جائیں تو سمجھو کہ اس کی بربادی وہلاکت کے ایام شروع ہونے والے ہیں اور عنقریب ذلت وخواری کا عذاب نازل ہونے والا ہے۔ جب اقوام وقبائل طغیان وشرکشی اور خلاف شرع امور میں مبتلاء ہو جاتی ہیں تو ان پر اللہ کا عقاب وعتاب حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً اس وقت قہر الٰہی اور برق سماوی کا نزول یقینی ہو جاتا ہے جب قوم کے مابین باشعور لوگ اور علماء وقائدین موجود ہوں اور وہ ان برائیوں کے خاتمہ کی بجائے خود ان میں ملوث ہو جائیں یا ان سے اپنی بےزاری اور نفرت کا اظہار نہ کریں۔ علماء وسر برآوردہ حضرات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ مروجہ خرافات ومعصیات کا قلع قمع کریں، حسب مقدور زبان وبیان اور تحریر وتقریر کے ذریعہ ان کا استیصال کریں۔ تاکہ مبتلاء آثام وکبائر اس نکال عظیم سے بچ سکیں۔ ہر دور میں باشعور وبیدار معزز علماء وعمائدین نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے کر خیر امت ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔ استاذ گرامی حضرت مفتی محمد امین الدین علیہ الرحمہ نے بھی بڑی تندہی اور فکر وتدبیر سے اس عہدہ کو ذمہ دارانہ طریقہ سے انجام دیا۔ اپنی زندگی کے لیل ونہار اسی کام میں گزارے اور بہت حد تک اس سعی بلیغ میں کامیاب بھی ہوئے۔ اپنے آبائی وطن اور قرب وجوار کے دوسرے علاقوں میں بدعقیدوں نے بدعقیدگی کا خونی پنجہ جمانے کی بہت کوشش کی مگر اس مرد حق اور مذہب ومسلک کے بےباک نقیب نے اپنے عزم وحوصلہ سے ان

خبثاء کو بازو پر جمانے نہیں دیا۔ اسی طرح لہان جہاں آپ برسوں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے وہاں بھی بدمذہبوں کا بھرپور رد و تعاقب کیا۔ جب تک دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان بازار سے وابستہ رہے جامع مسجد میں تقریر کے ذریعہ رد کرتے رہے اور شہر لہان میں ان ذلیلوں کو دم تک مارنے نہیں دیا۔

ایک بار ایسا بھی ہوا کہ چند بدمذہبوں نے منصوبہ بند طریقہ پر مسجد کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ مگر جیسے ہی آپ کو اس کا علم ہوا فوراً اپنے اعوان و معتقدین کا ایک جتھا تیار کر کے رات ہی رات اسے زمین دوز کروا دیا اور ان گستاخان بارگاہ رسالت کو دانت چنے چبانے پر مجبور کر دیا۔ اسی طرح مسلمانوں میں جو خلاف شرع مراسم رائج تھے انہیں دور کرنے اور مسلمانوں کو شرعی احکام پر سختی سے عمل پیرا ہونے کی سعی و تلقین کرتے رہے۔ حق گوئی اور حق کی نمائندگی و ترجمانی میں کسی کی جاہ و جلال، مال و دولت، اور رعب و دبدبہ یا ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر بانگ دہل حق کا آواز ہ بلند کرتے رہے۔ حق بولنے اور کڑوا سچ کہنے میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کرتے۔ نہایت جرأت و بے باکی کے ساتھ رد خرافات و بدعات کر دیتے۔ بزدلی تو آپ کی ذات میں تھی ہی نہیں۔ اور سچا مجاہد و نقیب اہل سنت ہوتا بھی وہی ہے جو بے خوف و خطر، کسی کی رو رعایت کئے بغیر برملا حق کا اظہار و اثبات کر دے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے ''افضل الجہاد کلمة حق عند سلطان جا ئر''۔

آپ کے رد و طرد اور اصلاح عقائد و اعمال کا محور حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان تھا ''تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو اس پر فرض ہے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے ختم کرے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اور اگر یہ بھی بس میں نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے۔

جب محرم شریف کا مہینہ آتا تو مروجہ تعزیہ داری جو صدہا خرافات و منکرات اور کبائر پر مشتمل ہے کی زبردست انداز میں تردید فرماتے۔ جبکہ بہتیرے علماء کو دیکھا گیا ہے جو اس موضوع پر کچھ بولنے سے جی چراتے ہیں اور اس خاموشی کو حکمت و مصلحت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ چپی سادھنا اہل سنت کے عقائد و معمولات کی جڑ کو کھوکھلا کرنے کا مرادف ہے۔ ایسے ہی لوگوں سے برائیاں فروغ پاتی ہیں اور آج عالم یہ ہے کہ کچھ سنی حضرات ان خرافات کو سنیت کی علامت و شعار بتاتے ہیں اور ہمارا حریف بھی اس بدعات کی روشنی میں ہی ہمارا تعارف پیش کرتا ہے۔ انہیں چاہئے

کہ حق بولنے اور حق کی اشاعت وتبلیغ کی عادت ڈالیں۔ اللہ سے ڈریں اور کسی کا خوف وہراس دل میں نہ رکھیں۔ حضور سرور کائناتﷺ نے فرمایا ''کوئی شخص خلاف شرع امر دیکھے اور کچھ نہ کہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ فلاں موقع پر حق بات کہنے سے کونسی چیز تمہیں مانع ہوئی؟ وہ عرض کرے گا کہ لوگوں کا خوف، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں اس بات کا زیادہ مستحق تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا''۔

حضرت مفتی محمد امین الدین صاحب علیہ الرحمہ کی پوری کتاب حیات کا ایک ایک صفحہ مطالعہ کرکے دیکھیں یقیناً قارئین یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ جہاں آپ نے اپنی زندگی عبادت وریاضت، درس وتدریس، دعوت و تبلیغ اور پندوموعظت میں بسر کی وہیں آپ کی حیات کا ہر لمحہ رد بدعات وخرافات، تائید عقائد اہل سنت اور عوام اہل سنت میں مروج غیر شرعی امراض وجراثیم کے خاتمہ واصلاح میں بھی گذرا۔ اس کا راہم میں نہ کسی قسم کی آپ کو طمع و حرص تھی اور نہ ہی کسی کی ناراضی وناگواری کی پرواہ۔ اور نہ ہی کسی قسم کی اذیت وتکالیف پہنچنے کا خوف وخطرہ۔ بس اللہ کا خوف اور دین متین کی ہمدردی اور جذبہ تبلیغ اسلام تھا۔

امین شریعت مومنانہ خصال کے حامل

امین شریعت حضرت مفتی امین الدین نوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک پہلو روشن وتابناک اور نام ونمود، ریا وسمعہ، خود بینی وخود نمائی اور خودستائی سے پاک وصاف ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے جس نے آپ کی ذات میں چار چاند لگا دیا اور وہ یہ ہے کہ آپ ان تمام خصال وخصائص سے متصف تھے جو ایک کامل مرد مومن کی شان وپہچان ہوتی ہے۔ جن صفات وکمالات کی بنا پر انسان لوگوں کی نظر میں محبوب اور عوام وخواص ہر ایک کے دل کا مرکز عقیدت بن جاتا ہے۔ آپ ان تمام صفات مومنانہ اور کمالات وخوبیوں کا جائزہ لیں، ان کی ایک فہرست ترتیب دیں پھر مفتی صاحب قبلہ کی حیات کے ہر پہلو پر باریک بینی کے ساتھ غیر متعصّبانہ نظر ڈالیں یقیناً آپ اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ واقعی مفتی صاحب قبلہ کی ذات ان خوبیوں اور صفتوں سے آراستہ تھی جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے۔ اور یاد رہے کہ خصال مومنانہ سے کامل طور پر صرف اللہ کے صالحین ومقربین بندے ہی مزین ہوتے ہیں۔ اور بلاتردد یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ مرد باکمال، عالم پر جلال اور خدارسیدہ ولی تھے۔

آپ ان تمام صفات مومنانہ سے آراستہ و پیراستہ تھے جن سے ایک مرد درویش اور مقرب بارگاہ الٰہی مزین ہوتے ہیں۔ان صفات وخوبیوں اور اوصاف حمیدہ کو قرآن واحادیث نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ یہ مومن ہی کی شان و پہچان ہوسکتی ہے۔آپ کی شخصیت کوئی معمولی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن واحادث کے اشاریئے کے مطابق یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ:

(۱) وہ امین شریعت جو صبر ورضا کے پیکر اور علم وعمل کے سنگم تھے۔

(۲) وہ امین شریعت جو راست گو اور صادق الکلام تھے۔

(۳) وہ امین شریعت جو ہمہ تن متوجہ ہوکر اللہ رب العزت کی عبادت کرنے والے تھے۔

(۴) وہ امین شریعت جو رات کے پچھلے پہر رب کریم کے حضور سربسجود ہوکر اپنی اور ساری امت کی مغفرت کی دعا کرتے تھے۔

(۵) وہ امین شریعت جو راہ خدا میں فراخ دلی کے ساتھ خرچ کرنے والے تھے۔

(۶) وہ امین شریعت جو صاحب تقویٰ وطہارت اور وفا شعار تھے۔

(۷) وہ امین شریعت جو غصہ پر قابو پانے والے اور نرم مزاج تھے۔

(۸) وہ امین شریعت جو اپنے، پرائے سب پر یکساں احسان و بھلائی کرنے والے تھے۔

(۹) وہ امین شریعت جو ذکر خدا میں محو رہنے والے تھے۔

(۱۰) وہ امین شریعت جو لغزشوں اور کوتاہیوں پر ڈٹے رہنے والے نہیں تھے بلکہ غلطی سرزد ہوجانے پر اشک ندامت بہا کر رب سے عفو ودرگذر کی بھیک طلب کرنے والے تھے۔

(۱۱) وہ امین شریعت جو علم میں ایسے کامل راسخ تھے کہ ہزاروں مسائل کی گتھیوں کو سلجھایا بھی اور علم کی شمع سے ایک جہاں روشن وتابناک بھی کیا۔

(۱۲) وہ امین شریعت جو تمام کتب سماویہ اور انبیاء ورسل پر ایمان کامل رکھتے تھے اور مسلمانان اہل سنت کو بھی اس بات کی تلقین کرتے تھے۔

(۱۳) وہ امین شریعت جو پابند صوم وصلوٰۃ بھی تھے اور عابد شب بیدار بھی تھے۔

(۱۵) وہ امین شریعت جو اللہ ورسول اور یوم آخرت پر ایمان کامل رکھنے والے تھے۔

(۱٦) وہ امین شریعت جن کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپ جاتا تھا۔

(۱۷) وہ امین شریعت جو توکل علی اللہ کی اعلیٰ مثال تھے۔

(۱۸) وہ امین شریعت جو بندگان خدا کو پاکیزہ رزق طلب کرنے اور حلال غذا کھانے کی تاکید کرتے تھے۔

(۱۹) وہ امین شریعت جنہوں نے نفس کے خلاف جنگ کر کے اپنے نفس کو شریعت کا مطیع وفرماں بردار بنادیا تھا۔

(۲۰) وہ امین شریعت جو اللہ کے عہد کو وفا کرنے والے اور بندوں سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے والے تھے۔

(۲۱) وہ امین شریعت جو عہد شکنی سے ڈرنے والے اور مال امانت میں خیانت سے گھبرانے والے تھے۔

(۲۲) وہ امین شریعت جو ہمیشہ عذاب الٰہی ووعید الٰہی سے خائف ولرزاں رہتے تھے۔

(۲۳) وہ امین شریعت جو اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی کی طلب وجستجو میں لگے رہتے تھے۔

(۲۴) وہ امین شریعت جو نیکی کر کے برائی کی بیخ کنی کرنے والے تھے۔

(۲۵) وہ امین شریعت جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ بحسن وخوبی ببانگ دہل انجام دیا کرتے تھے۔

(۲٦) وہ امین شریعت جو اللہ ورسول کے حکم کے آگے اپنے سر کو خم کر دیا کرتے تھے۔

(۲۷) وہ امین شریعت جو تائب الی الغفار اور مستغفر باالاسحار تھے۔

(۲۸) وہ امین شریعت جو حامد وشاکر اور راکع وساجد تھے۔

(۳۰) وہ امین شریعت جو حدود شرعیہ کا محافظ وراعی اور قوم وملت کے پاسبان ونگہبان تھے۔

(۳۱) وہ امین شریعت جو معتصم باللہ ومتمسک بالسنہ تھے۔

(۳۲) وہ امین شریعت جو خشوع وخضوع کے ساتھ عبادت گذار تھے۔

(۳۳) وہ امین شریعت جن کی نگاہیں کبھی بھی کسی غیر محرم پر نہ پڑیں۔

(۳۶) وہ امین شریعت جو میانہ روی اختیار کرنے والے اور حدود شرع سے تجاوز نہ کرنے والے تھے۔

(۳۷) وہ امین شریعت جو خاک نشیں مسکینوں کو کھانا کھلانے والے بھی تھے اور مفلسوں پر رحم و کرم کرنے والے بھی تھے۔

(۳۸) وہ امین شریعت جو ایک دوسرے کو صبر کی تلقین و نصیحت کرنے والے تھے۔

(۳۹) وہ امین شریعت جو مصائب و تکالیف میں صبر و رضا کے کوہ ہمالہ تھے۔

(۴۰) وہ امین شریعت جو صداقت و تقویٰ کی زندگی بسر کرنے والے تھے۔

(۴۱) وہ امین شریعت جو کفار کے لئے سخت تر اور دوستوں کے لئے ابریشم سے نرم تر تھے۔

(۴۳) وہ امین شریعت جن کا ہر لمحہ فضل خداوندی کے بارشوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

(۴۴) وہ امین شریعت جن کی پیشانی پر علامت سجدہ نمایاں تھی۔

حضور امین شریعت مفتی امین الدین علیہ الرحمۃ جہاں تک میں نے آپ کی کتاب حیات کی ورق گردانی کی ہے بے شک وشبہ مذکورہ بالا صفات عالیہ، خصائص وشمائل نفیسہ اوران کے علاوہ ان تمام خوبیوں سے لبریز تھے جو ایک مرد مومن، محبوب خدا عزوجل، منظور مصطفیٰ علیہ السلام کا خاصہ ولازمہ ہوتے ہیں اور اہل ایمان کے لئے دنیا وآخرت میں فوز وسعادت اور خیر عاقبت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

آپ کی وہ قابل فخر ذات بابرکات تھی کہ ہمیشہ آپ اپنے رب کی خشنودی کیلئے معصیت اور گناہوں سے احتراز کرتے اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی ہدایت فرماتے رہتے تھے۔ جب خدا قادر وقیوم کی بارگاہ میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو مکمل حدود وداوقات، رکوع وسجود، خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے۔ توجہ کامل اور حضور قلب کے ساتھ اپنے مولیٰ کے حضور کھڑے ہوتے اور اداء صلاۃ کی کیفیت ''کَاَنَّکَ تَرَاہُ'' کا منظر پیش کرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ حسب وسعت واستطاعت حاجتمندوں پر خرچ کرتے اور ہر ایک کے ساتھ حسن اخلاق اور شگفتہ مزاجی کے ساتھ پیش آتے۔ عفو و درگزر، ملاطفت و شفقت، عجز وتواضع آپ کا وطیرہ اور آپ کی حیات کا خوبصورت حصہ تھا، جس کی جاذبیت کا عالم یہ تھا کہ ہر کوئی آپ کا مداح اور آپ کی پر کشش وسادگی میں بسی زندگی کے شیدا تھے۔

خلوص و پیار سے ملتا ہے اس سے ہر انساں
کسی سے جو نہیں رنج و ملال رکھتا ہے

یہ بات ماننی ہوگی ہو دوست یا دشمن
نبھانے میں وہ ہر ایک سے کمال رکھتا ہے

حسن سلوک

حضور امین شریعت نہایت رحم دل اور مشفق و مہربان تھے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی اور تبسم ریزی کے ساتھ ملتے تھے۔ آنے والے کی خیر و خبر معلوم کرتے۔ شناشا اور غیر شناشا ہر ایک کے ساتھ ملاطفت اور نرم دلی کا برتاؤ کرنا آپ کا اعلیٰ وصف تھا۔ کسی سے ناراض بغیر کسی جرم شرعی کے نہیں ہوتے تھے۔ کسی کے بیمار ہونے کا علم آپ کو ہو جاتا تو دعاء شفا و صحت کرنے کے ساتھ اس کی تیمارداری اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہو جاتے۔ ہر ایک کو دعاؤں سے نوازتے اور صبر و شکیب کی تلقین بھی کرتے تھے۔ کوئی حاجت ہوتی تو اس بارے میں بھی استفسار کرتے، جس قدر آپ سے ہوسکتا حاجت روائی کی کوشش کرتے۔ غریبوں، لاچاروں کے علاج و معالجہ کا انتظام بھی کر دیتے۔ کسی کی موت کی خبر سنتے تو استرجاع کے بعد حقیقت حال بھی دریافت کرتے۔ اگر محلّہ ہی میں ہوتا تو آپ خود ہی نماز جنازہ پڑھاتے۔

ایک بار کسی نے یہ غلط افواہ اڑادی کہ حضور شیر نیپال کا انتقال ہو گیا ہے جیسے ہی یہ خبر آپ تک پہونچی آپ پر سناٹا طاری ہو گیا، کچھ دیر تو آپ پر جمود طاری رہا کہ کچھ زبان سے کہا نہیں جا رہا تھا۔ چہرے پر افسردگی تھی اور دل بیحد مغموم تھا۔ کچھ دیر بعد اپنے شہزادے مفتی احمد رضا جو اس وقت دار العلوم حنفیہ اشرفیہ لہان میں زیر تعلیم تھے بلوایا اور فرمایا کہ جنکپور فون کر کے معلوم کرو خبر کہاں تک صحیح ہے۔ مجھ سے فون نمبر لیا گیا کیونکہ چار سال حضور شیر نیپال کی صحبت میں میں رہ چکا تھا۔ فون کر کے معلوم کیا تو یہ خبر جھوٹی نکلی۔ تب جا کر مفتی صاحب قبلہ کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑی۔ ایک سال دار العلوم حنفیہ اشرفیہ لہان آپ کی صحبت میں رہا، آپ کو بہت قریب سے دیکھنے، سمجھنے اور آپ کی حیات کی کتاب کو پڑھنے کا سنہرا موقع ملا۔ آپ سے اسی ایک سال کی مدت میں بہت کچھ پڑھا، سیکھا، حاصل کیا اور آپ نے بھی مجھ فقیر کو کو اپنی قربت و شفقت، حسن سلوک اور محبت و مہربانی سے نوازا۔ بہت سارے بچے بستی میں جا کر کھانا کھاتے، آپ کے صاحبزادے اور برادر زاد کا کھانا محلّہ سے مدرسہ ہی میں آتا تھا۔ مدرسہ کے کھانے میں

چاول، دال اور آلو کی چٹنی کا انتظام ہوتا تھا۔ آپ نے اپنے صاحبزادے اور برادرزاد کو تاکید کر دی تھی کہ سبزی مجھے بھی دیدیں۔ اس طرح حضرت کی کرم نوازی اور حسن سلوک کے طفیل میرا بھی کھانا اچھا ہی رہتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ اپنے کھانے میں سے گوشت یا سبزی میرے لئے مولوی حامد رضا کے بدست بھیجوا دیتے۔

اس حسن سلوک مشفقانہ رواداری کی وجہ سے طلبہ، اساتذہ، اہل قرابت، اہل محلّہ اور دوسرے علماء بھی آپ سے خوش رہتے تھے اور جب بھی یاد کرتے تو خوبیوں ہی سے یاد کرتے تھے۔ اور بعد وفات بھی عاشقوں اور مداحوں کے انجمن میں یاد کئے جارہے ہیں۔ میں نے تو لہان مدرسہ ایک سال مدت تعلیم میں کسی کو آپ سے نالاں و منقبض نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی آپ کے اہل خاندان واہل قرابت میں سے کسی کو شکوہ کرتے دیکھا ہے اور نہ سنا ہے۔

حیات امین شریعت آئینہ سیرت نبویہ

امین شریعت حضرت مفتی امین الدین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک عالم باوقار اور متبع سنت خیرالانام تھے۔ آپ کا سینہ عشق نبوی کا گنجینہ تھا، سنت سرکار دو عالم ﷺ سے بال برابر بھی انحراف ہو گوارہ نہ تھا۔ محبوب اعظم اور مرکز عقیدت، جان عالم حضور ﷺ کی اتباع ورضا جوئی کے لئے آپ کی زندگی وقف تھی۔ اسی لئے آپ کی پوری حیات کا ہر گوشہ سیرت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کے قالب میں ڈھلا ہوتھا۔ جس نے آپ کو قریب سے دیکھا اس پر یہ بات واضح ہوگی کہ آپ کی حیات مبارکہ میں سیرت نبویہ کی جھلکیاں اور اخلاق پیغمبرانہ کی خوشبو کس قدر بسی ہوئی تھی۔

☆ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی عظمتیں، رفعتیں عطا فرمائیں تھیں کہ جو مخلوق میں سے نہ کسی نبی و رسول کو ملیں اور نہ کسی ملائکہ مقربین کو۔ مگر اس کے باوجود آپ حد درجہ تواضع اختیار فرماتے اور کبھی بھی فخر کا اظہار نہیں فرمایا۔ گویا تواضع انبیاء علیہم السلام کے خصائل میں سے ہے۔ اسی محبوب خصلت کا جلوہ حضور امین شریعت کی ذات میں کامل طور پر نمایاں تھا۔ فخر ومباہات اور خودستائی سے آپ کو کافی نفرت تھی۔ پوری زندگی سادگی میں تواضع وفروتنی کے ساتھ بسر کی۔ تواضع ایسا کہ خواندہ ناخواندہ ہر طبقہ اس کا قائل تھا۔ اسی تواضع کے سبب آپ عروج وارتقا سے نوازے گئے اور تقرب الی اللہ کی منزل تک پہنچ گئے۔ اور دنیا کی نظروں میں ایسے محبوب تر ہو گئے کہ آج پردہ کر جانے کے بعد بھی اپنے عاشقوں کی انجمن میں عقیدت ومحبت کے ساتھ یاد کئے جائے رہے ہیں۔ جو قوم وملت کا قائد و مصلح

ہوتا ہے اس کے لئے تواضع وکسر نفسی جیسی مقبول خصلت کا اختیار کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔تبھی ایک صالح اور پر امن معاشرے وماحول کا وجود اور الفت ومحبت کا پیغام عام وتام ہوگا۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم لوگ اپنے آپ کو کمتر اور حقیر جانو،کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم کرے''ایک حدیث میں ارشاد ہوا اور جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے ضرور بلندی عطا کرتا ہے۔اور خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا.**

☆حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنہری زندگی اور اخلاق وخصائل میں سے یہ بھی تھا کہ آپ یتیموں، بیواؤں،غرباء وفقرا اور لاچار وبے سہاروں کی دستگیری اور دل جوئی فرماتے تھے۔ جنت کی بشارت وخوش خبری دے کر ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ برتنے کی ترغیب کرتے۔آپ کے عقیدت مندوں اور آپ کی اس روشن سنت پر عمل کرنے کا ایک حوصلہ وجذبہ حضرت مفتی امین الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ میں وافر مقدار میں پایا جاتا تھا۔جس نے آپ کی زندگی کو قریب سے دیکھا وہ آپ کے اس زریں پہلو سے واقف ہوگا کہ آپ یتیموں بیواؤں اور دوسرے مجبور و بے کس افراد کے لئے کتنا درد آپ کے دل میں تھا،ان کی دل جوئی اور نصرت میں ہر طرح سے کوشش فرماتے۔ جب کسی مبتلائے آلام کو دیکھتے یا کسی غمزدہ یا پریشان حال کی خبر ملتی تو بیچین ومضطرب ہوجاتے اور اس کی مشکل کشائی کے لئے حدر درجہ جدوجہد کرتے تھے۔حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے ایک حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو دوسرا حصہ بھی متأثر ہوجاتا ہے۔حضرت مفتی صاحب قبلہ دوسروں کی تکلیف اور مصیبت کو دیکھ کر سہم جاتے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپ اٹھتے تھے۔آج عالم یہ ہے کہ انسان دوسرے کے دکھ میں اظہار غم کے بجائے خوشی محسوس کرتا ہے۔اپنے دکھ میں تو ہر کسی کی آنکھ نم ہوجاتی ہے مگر دوسروں کے غم میں آنسوں بہانا سب سے مشکل امر ہے۔حضور ﷺ کو امت کی فکر اس طرح تھی کہ اپنی امت کے غم میں ہر وقت بے قرار ومضطرب رہتے اور یہی شان مصطفوی کی جھلکیاں مفتی صاحب قبلہ کے گوشۂ حیات میں نمایاں تھیں جن کی وجہ سے آپ کی محبوبیت ومقبولیت میں چار چاند لگ گئے۔

☆حضور امین شریعت کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ جب راستہ چلتے تو اپنی نظریں نیچے جھکا کر ایک

طرف سے چلتے۔ راستہ میں کوئی مسلمان مل جاتا تو اسے ضرور سلام کرتے۔ اگر کوئی شناشائی مدتوں بعد دکھتا تو خیر وخبر بھی ضرور لیتے۔ مسافروں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک اور قیام وطعام کے انتظام کے لئے سعی کرنا یقیناً انسانیت کے ساتھ ہمدردی اور پیغمبر اعظم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر کامل طور پر چلنے کی اعلیٰ نشانی اور بہترین عکس تھا۔ مسافر اگر آپ کے گاؤں میں آتا اور اجنبی ہوتا تو اسے دالان میں ٹھہراتے اور اس کے لئے گھر سے کھانا بھجواتے ٹھنڈی کے موسم میں کمبل یا لحاف و بستر لگواتے اور اگر مدرسہ میں آتا تو اپنے کھانے سے کھلاتے۔ اگر ایسا اجنبی مسافر ہوتا کہ اس کے پاس روپیہ نہیں ہوتا تو اپنی جیب سے یا کسی اور سے دلوا کر انہیں رخصت کر دیتے تھے۔

میدان خطابت کا شہسوار

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دینے کا امر فرمایا ہے اور یہ فریضہ ہر انسان کے لئے بجالانا ضروری ہے جس طرح بھی ممکن ہو۔ مگر علماء پر تو بتاکید اکد یہ امر ضروری ہوتا ہے۔ قوم میں بیداری پیدا کرنے کا یہ اہم اور پائدار ذریعہ ہے۔ حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ تکمیل حکم الٰہی اور امر خداوندی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے، دعوت وتبلیغ اور رشد و ہدایت کے لئے خطابت جیسے فن کو اپنایا جس میں آپ پوری طور پر کامیاب رہے۔ اور تاحین حیات باستثناء دوڈھائی سال درس وتدریس کے ساتھ کاربند رہے۔ پورے خلوص و دیانت داری کے ساتھ قوم کی رہنمائی کرتے رہے۔ آپ کی خطابت پر مغز اور اور کتاب وسنت اور اقوال صالحین سے ماخوذ ہوتی تھی۔ حدیث شریف اس انداز سے پڑھتے اور اس محبت وعقیدت بھرے انداز میں اس کی تشریح فرماتے کہ ہر سامع جھوم اٹھتا تھا۔ آپکی تقریر میں مذہبی معلومات کو پھیلانے کا جذبہ ہوتا تھا، قوم کے اندر اصلاح پیدا کرنے کا جذبہ بیکراں موجزن ہوتا اور تقریر سے مقصود حصول نذرانہ نہیں بلکہ خدمت خلق اور دین کی تبلیغ وتشہیر تھا۔

مجھ کو اس سے کیا غرض صبح ہے یا شام ہے
خدمت اہل چمن ہر وقت میرا کام ہے

ہزاروں کے مجمع میں آپ کی بہترین تقریر دل پزیر ہوتی، جہاں اہل فکر ونظر اور صاحبان علم وہنر ہوتے نہایت ہی

بے باکی کے ساتھ دین وسنت کی ترویج وترجمانی کا حق ادا کرتے ۔ کھڑے ہوتے تو کہانیوں سے مبرا محض آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ سے مزین آپ کا خطاب نایاب ہوتا۔ مولانا احمد رضا ثقافی لکھتے ہیں ’’بڑے بڑے اجلاس، ہزاروں کے مجمع میں آپ اپنے علم کا جوہر بکھیرتے تھے، آپ کا خطاب علمی تحقیقی درجنوں آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے مزین، الفاظ سے آراستہ اورمواد سے بھرپور، پرمغزاور بااثر ہوتا تھا۔ جس سے تمام اہل اسٹیج پر آپ کا دبدبہ بخوبی قائم رہتا۔ اور ناقص العلم اور درندہ صفت آواز والے خطباء کے خلاف شرع جملے پر زبردست شرعی گرفت اوران کی اصلاح بھی فرماتے تھے‘‘۔

ایک بار بلہا ایک پروگرام میں تشریف لے گئے جس میں دوسرے علمائے کے علاوہ شمس الاولیا حضرت مفتی محمد شمس الحق رضوی علیہ الرحمہ بھی تشریف فرما تھے۔ آپ حجرہ سے مفتی امین الدین علیہ الرحمہ کا قرآن واحادیث سے ماخوذ خطاب سماعت فرمارہے تھے اورخوب جھوم رہے تھے، آخر امین شریعت کی زبانی احادیث بنانی سے آپ کو ایسا مست کردیا کہ آپ حجرہ سے نکل کر سیدھے اسٹیج پر تشریف لے گئے اور پوری تقریر سماعت کرنے کے بعد کھڑے ہوکر مفتی صاحب قبلہ کو گلے سے لگالیا اورخوب دعائیں دیں۔ اور جب آپ تقریر کرنے کے لئے کرسی خطابت پر جلوہ بار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ نیپال میں بھی ایسے ایسے عالم ہیں جو تفہیم احادیث میں ایسا ملکہ اور دسترس رکھتے ہیں۔

آپ کی تقریر علماء وعوام، خواندہ ناخواندہ اورکم خواندہ ہرطبقہ میں مقبول تھی۔ آپ ہر کانفرنس کی زینت اور ہر دینی وملی محفل ومجلس کی کامیابی کی دلیل تھے۔ جس پروگرام میں آپ کی شرکت اطلاع لوگوں کو ہوتی، اس میں لوگوں کا ازدحام ہوتا، سامعین سیل رواں کی طرح امنڈتے ہوئے حاضر ہوتے۔ اورآپ کی تقریر سے محظوظ اورشادکام ہوکر لوٹتے۔

تقریباً چھ سال لہان مسجد میں (جس وقت میں دارالعلوم اشرفیہ لہان میں زیرتعلیم تھا اس وقت آپ کی تعلیمی خدمات کا چھٹا سال تھا اس کے بعد بھی آپ چار سال تک وہاں رہے) تقریر کی نگران چھ سال میں صرف ایک ہی تقریر مکرر ہوئی ورنہ ان عرصات میں ایک بھی تقریر مکرر نہیں ہوئی۔ اس سے آپ کی وسعت مطالعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ میں نے ایک سال مکمل آپ کی صحبت میں گزاری ہے اورکئی ایک پروگرام میں آپ کے ساتھ شرکت کا موقع

بھی ملا۔ جامع مسجد میں ہر جمعہ آپ ہی کا بیان ہوتا تھا۔ جب تقریر کرتے تو صرف آیات واحادیث سے ہی اپنے موقف کو ثابت نہیں کرتے بلکہ فقہی عبارات بھی مع حوالہ پڑھ کر سناتے ۔ بسا اوقات تو امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا کہ حدیث پڑھ رہے ہیں یا کسی فقہی کتاب کی عبارت ہے؟ آپ کی تقریر دلوں کو جھنجھوڑ دینے والی ہوتی تھی ،جس میں تعلیم کے لئے بیدار کر دینے والی سچی تڑپ نمایاں ہوتی تھی ۔مگر افسوس ہے کہ حجت قاطعہ اوراحادیث معتبرہ سے ماخوذ آپ کی ان تقریروں کو جمع نہ کیا جا سکا۔ ایک بار اس کی طرف میں نے مولانا احمد رضا ثقافی کوتوجہ دلائی بھی تو انہوں نے سنی ان سنی کر دی اور کوشش کی بھی تو صرف ایک ہی تقریر محفوظ کر پائے اور شاید اب وہ بھی ان کی لاپراوہی کی نذر ہوگئی ۔ اس کے بعد ایک بار میں نے سونچا کہ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ میں دس پروگرام مختلف علاقوں میں منعقد کراؤں اور آپ کی تمام تقریر ریکارڈ کر کے کتابی شکل میں شائع کر دوں ۔مگر جو سوچا وہ ہو نہ سکا اور اسی سال مختلف بیماریوں نے یک بارگی آپ پر ہلہ بول دیا۔ خاص طور پر بواسیر اور مرض شکم نے اودھوم مچارکھی تھی کہ جس کی وجہ سے بستر علالت پر رات و دن پڑے رہنے لگے اور موت وزیست کی ساعت سے گزر کر بالآخر تار زندگی ایک سال بعد کٹ گیا اور اپنے عقیدت مندوں کی دنیا کو سونا کر کے راہی دار بقا ہو گئے ۔

آپ ایک عظیم و مخلص داعی اور مصلح و مبلغ تھے اور براہ خطابت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بھی انجام دیا۔ اور اصلاح معاشرہ کے لئے بھر پور کوشش فرمائی اور الحمد للہ بہت حد تک آپ کی مساعی جمیلہ مشکور ہوئیں اور ان کو ششوں کے بہترین نتائج بھی ظاہر ہوئے۔ آپ نے اپنی دعوتی تحریک سے ایک سچے وارث انبیاء ہونے کا ثبوت دیا ۔ایک داعی کا جن اوصاف وشرائط سے آراستہ ہونا ہے اور جن معیار واصول پر پورا اترنا ضروری ہوتا ہے وہ تمام امور آپ کی ذات میں موجود تھے۔ مثلاً:

(۱) داعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم ربانی ہو، سیرت نبویہ کا ہر پہلو اس کی نگاہوں کے سامنے ہو اور ساتھ ہی وہ یہ طے کرنے پر بھی قادر ہو کہ کب اسے خاموش تبلیغ کرنی ہے اور کب اعلانیہ دعوت کا طریقہ اختیار کرنا اور کب صلح و مصالحت سے کام لینا ہے۔

(۲) کسی اہل اللہ سے ماذون ہو یعنی مرشد یا عالم ربانی کی طرف سے اجازت بھی ہو جن کی ہداہت و رہنمائی

میں کاردعوت وتبلیغ انجام دینا سہل وموثر اور مفید ہو۔

(۳) دعوت وتبلیغ میں انذار وتبشیر، ترغیب وترہیب دونوں پہلو اپنائے۔ یعنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے اور جنت ورحمت اور نعمت اخروی کی بشارت وخوش خبری بھی دے۔ تاکہ خواہی نہ خواہی دل آخرت کی طرف راغب ہو اور ان نعمتوں کے حصول میں اعمال صالحہ سے آراستہ ہونے کا جذبہ مشتعل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے داعی اکبر خاتم الانبیاء ﷺ کو اس صفت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ارشاد ہے'' انا ارسلنك شاهدا ومبشرا ونذيرا ''۔ اور حضور رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' بشروا ولا تنفروا ''

(۴) داعی عابد، تائب، حامد، مستغفر اور صبح وشام اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں مشغول رہے۔

(۵) نفس پرستی، اتباع ہوا، طمع وحرص، حسد وکینہ، غیبت وچغلی، فحش گوئی، بدزبانی اور درشت کلامی سے محفوظ ہو اور نرم کلامی کا خوگر ہو۔

(۶) دعوت وتبلیغ میں مخلص ہو۔ نام ونمود اور حصول کثرت زر کا دلدادہ نہ ہو۔

(۷) دعوت وتبلیغ کی راہ میں پہنچنے والی ہر تکلیف وشدت برداشت کرنے والا ہو۔

(۸) داعی خاشع ومتواضع، صابر وقانع، متحمل وبردبار اور متوکل علی اللہ ہو۔

(۹) نماز کا پابند ہو کوئی بھی نماز بے وقت اور بے جماعت نہ پڑھے بلکہ ہمیشہ مسجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔

(۱۰) سنت کا محبّ ہو، شریعت سے کچھ انحراف نہ کرتا ہو۔

مذکورہ بالا صفات ولوازم کو سامنے رکھیں اور پھر مفتی صاحب قبلہ کی داعیانہ زندگی کا ہر پہلو دیکھیں تو یقیناً یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوگی کہ یقیناً آپ ان تمام اوصاف وشرائط کے جامع تھے۔ اسی وجہ سے آپ کی دعوت و تبلیغ موثر رہی اور آپ کی ذات بے حد مقبول ہوئی۔ کامل خلوص ولگن کے ساتھ آپ نے دین متین کی دعوت وتبلیغ کا کاراہم انجام دیا۔ آپ نے دعوت وتبلیغ کے لئے مجلس وعظ اور تقریری پروگرام وکانفرنس میں شرکت کو اپنایا اور گاؤں گاؤں شہر بہ شہر چھوٹے بڑے ہر پروگرام میں بخوشی ورضا محض اعلاء کلمۃ الحق کیلئے ہر آنے والے شخص کی دعوت قبول

کر کے پیغام اسلام عام و تام کرتے ۔ ہدیہ و نذرانہ، اعلیٰ انتظام و بند و بست کرنے کی بھی شرط نہیں رکھتے ۔ جس پروگرام و جلسہ کی دعوت لے لیتے گرتے پڑتے ہر حال میں ضرور شرکت کرتے اور کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے ۔ اگر کبھی ایسا ہوا کہ آپ پہلے ہی سے قدرے بیمار ہوتے اور اسی حالت میں کسی نے دعوت دیدی تو پہلے تو آپ عدم شرکت کی معذرت خواہی کرتے ، اگر پھر بھی دعوت دینے والا بضد ہوتا تو آپ دعوت اس شرط کے ساتھ قبول کر لیتے کہ طبیعت کچھ بھی صحیح رہی تو ضرور آ ؤنگا ورنہ مشکل ہے ۔ مگر پھر بھی آپ اگر علالت کی وجہ سے شرکت نہیں کر پاتے تو اپنے صاحبزادہ حضرت مولانا مفتی احمد رضا کو بھیج دیتے تھے ۔

سب سے پہلی چیز تو یہ کہ آپ پیشہ ور مقرر نہیں تھے بلکہ ایک کامیاب مدرس اور مخلص داعی و مبلغ تھے ۔ اسی وجہ سے بلا امتیاز و تفریق ہر طبقہ مسلم کی دعوت بھی قبول کر لیتے تھے ۔ دعوت دینے والا مالدار ہو یا غریب آپ کی نگاہ میں ہر شخص برابر تھا ۔ غرور نام کی کوئی چیز نہیں تھی ۔ دعوت میں سائیکل پر بھی سوار ہو کر چلے جاتے یا بس وغیرہ دستیاب ہوتی اس پر سوار ہو کر اپنے کرایہ سے شریک ہو جاتے تھے ۔ بسا اوقات تو ایسا بھی ہوا کہ جس کے یہاں میلا د کی دعوت ہوتی اس کا گاؤں مین روڈ سے بہت دور ہوتا تو آپ پیدل ایک آدھ گھنٹہ چل کر کے وہاں چلے جاتے ۔ پہنچتے تو آپ کو بھوک تو لگی ہوتی مگر حیا مانع ہوتی کہ کچھ طلب کیا جائے یا گھر والے سے ناشتہ چائے کا انتظام کرنے کو کہے ۔ آتے وقت بھی کئی جگہ ایسا ہوا کہ گھر والے دوسرے کام میں مصروف ہوتے تو ناشتہ میں تاخیر ہو جاتی تو بلا کسی گلہ و شکوہ کے اہل خانہ سے مدرسہ حاضری کا عذر پیش کر کے بغیر کچھ کھائے رخصت ہو جاتے یا چائے پر ہی اکتفا کر لیتے تھے ۔

آپ کا خطاب ایسا ہوتا کہ ہر شخص سمجھ جاتا اور ہر سامع کے چہرے پر حدیث مصطفیٰ ﷺ کی سماعت کی برکتیں نمایاں ہوتیں ۔ افہام حدیث میں آپ کو ایسا ملکہ حاصل تھا کہ اسکی مثال نہیں ملتی ۔ آپ کی خطابت کا الگ انداز ہوتا ، جس میں نہ کسی مقرر کی نقل ہوتی اور نہ قصہ کہانی اور لطیفہ کی آمیزش ہوتی ۔ جس جگہ ایک بار تشریف لے جاتے بار بار وہاں خطابت کے لئے مدعو کئے جاتے ۔ مختصر یہ کہ آپ کو دعوت و تبلیغ قوم کی ہدایت و رہبری، ملت بیضاء غراء کی تشہیر و توسیع اور دین کی قیادت و سیادت سے خصوصی لگاؤ تھا ۔ اور اس مقصد کی خاطر آپ نے وعظ و خطابت کو اپنایا جس میں درس و تدریس کی طرح آپ کامیاب و باکمال تھے ۔ آپ کا بیان احقاق حق ، ازہاق باطل اور تائید افکار بوحنیفہ و

مسلک اعلیٰ حضرت کے واسطے ہی ہوا کرتا تھا۔عوام کی اصلاح وفلاح کی غرض سے ہوتا تھا۔آپ کی تقریر ہر دل پذیر رغبت و رہبت ، خوف وخشیت اور اعمال صالحہ کا جذبہ پیدا کرنے والے مواد پر مشتمل ہوتی تھی۔قرآنی آیات و احادیث نبویہ،اقوال اسلاف،مفسرین کی توضیحات،محدثین کی تشریحات،مفکرین کی نکتہ آفرینیوں پر مشتمل ہوتی تھی۔اور بزرگان دین واکابر مشائخ کے معتبر افکار وقصص سے لبریز ہوتے۔ایسا محسوس ہوتا کہ وقت خطاب ہر سامع عشق وعرفان کی سرمستی میں جھوم رہا ہے اور شوق و بے تابی کی وارفتگی کو وجد آ رہا ہے اور خطیب باکمال داعی حق کے لبوں سے عشق ومحبت کے پھول جھڑ رہے ہیں، جہاں عشاق انہیں اپنے دامن میں سمیٹنے میں مصروف ہیں۔ جہاں آپ کی تقریر عشاقان مصطفیٰ کے سینوں میں عشق والفت کی دبی چنگاری کو مشتعل کر دینے والی ہوا کرتی تھی، وہیں آپ کی تقریر کا ہر ایک جملہ بدعقیدوں کے سینے پر برق سا بن کر گرتا اور اعداء ملک وملت کیلئے شمشیر براں ہوا کرتا۔اور آپ بد عقیدوں کو ببانگ دہل اس طرح للکارتے کہ:

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں
یہ رضاکے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اور

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

اور کبھی قوم کے بہکے ہوئے اور غافل ونا خواندہ طبقہ کے خوابیدہ احساسات ومشاعر کو بیدار کرتے ہوئے اور غفلت و بےشعوری کا پردہ چاک کرکے وقت کے حالات وتناظر سے آگاہی کرتے ہوئے اور عقابی نگاہ پیدا کرنے

کی دعوت بایں انداز دیتے کہ:

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے
مسافرو! روش کارواں بدل ڈالو
جگا جگا کے تمہیں تھک چکے ہیں ہنگامے
نشاط لذت خواب گراں بدل ڈالو
سفینہ اب بھی کنارے سے لگ تو سکتا ہے
ہوا کے رخ پہ چلو باد باں بدل ڈالو
عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے انکو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے سیر کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

علمی جاہ وجلال

حضرت امین شریعت مفتی محمد امین الدین رضوی علیہ الرحمہ کا علمی جاہ وجلال درجہ رفیع وعظیم تھا، بیشتر فنون میں کمال ودسترس اور درک وملکہ حاصل تھا۔حل غوامض اور نکتہ بیانی جیسی دولت بے بہا سے بھی سرفراز تھے۔آپ اپنے ہم عصر علماء ومشائخ میں اپنی جلالت علمی اور ادبی لسان معیار وکمال کے سبب نہایت عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔آپ کے انداز تدریس اور بیشتر مروجہ علوم وفنون میں مہارت وخداقت کی شہرت وچرچا سن کر طلبہ دور دراز اضلاع وقصبات سے چل کر آپ کی بارگاہ میں نور علم وادب کسب کرنے اور فکر وفن،شعور وآگہی کی روشنی کشید کرنے کی خاطر کشاں کشاں حاضر ہوتے تھے۔تفسیر،حدیث،فقہ،نحو،صرف،لغت اور منطق وفلسفہ سے خاص شغف تھا۔اور عربی زبان وادب میں بھی بہت ہی حاذق وماہر تھے۔گھنٹوں عربی زبان میں بحث کر لیتے تھے۔تفہیم آیات و احادیث،تسہیل مسائل اور نحو منطق میں تو اس قدر حاذق وباکمال تھے کہ بہت ہی کم لوگ ایسے ملیں گے جن کے اندر

یہ ہنر بدرجہ اتم موجود ہو۔ دوران تدریس یا اثنائے خطاب احادیث کی تلاوت کے بعد جب تشریح وتوضیح اور حوالہ جات سے مزین فرمانے لگتے تو علماء تو علماء عوام وسامعین عش عش کرنے لگتے تھے، احادیث مصطفیٰ کی خوشبو سے ان کے مشام قلب وجگر خنک ہونے لگتے تھے۔

حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ فتویٰ نویسی میں اتنا کامل الفن تھے کہ اصول وکلیات مسلمہ کے علاوہ جزئیات اتنے ازبر واز بر تھے جیسے آیات قرآن حافظ قرآن کو۔ گویا کہا جاسکتا ہے کہ آپ فقہی جزئیات ومسلمات کے حافظ تھے جنکی نظر کتب فقہ واصول کے ہر جزئیہ پر تھی۔ آپ کا فتویٰ ہر تضاد واضطراب سے محفوظ ہوتا تھا۔ جو ایک بار تحریر کر دیا وہ حرف آخر کی شکل وحیثیت اختیار کر جاتا تھا۔ کسی قول وفتویٰ سے تاعمر رجوع کرنے کی نوبت آئی نہ فتویٰ کی کوئی شق و پہلو تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ بات فتویٰ اور حکم شرع بیان کرنے کی آ گئی ہے تو یہ بھی عرض کر دوں کہ اگر کوئی استفتاء کسی شئی کی حرمت وعدم جواز سے متعلق آپ کے دارالافتا میں آتا تو باندازِ سہل اس سوال کے جواب میں شرعی حکم تحریر کر ہی دیتے تھے ساتھ ہی زبانی بھی وہ حکم موجودہ حضرات کی موجودگی میں بیان کر دیتے تھے۔ خاص طور پر استفتاء کا تعلق اگر کسی معتبر ومعزز اشخاص یا نکاح وطلاق اور حلالہ سے ہوتا تو بسیار تفتیش وتحقیق اور ذرائع سے حالات کا جائزہ لیکر ہی جواب تحریر فرماتے تھے۔ کوئی سنگین استفتاء ہوتا تو محلّہ کے صدر، سکریٹری اور دوسرے ذمہ داران کو بھی بلا لیتے، جن سے متعلق استفتاء کیا گیا ہوتا ان سب کو بلا کر حکم شرعی بیان کر دیتے۔

ایک بار دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان بازار ضلع سرہا میں افتاء اور تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے، ندی اس پار کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی۔ بعد میں دونوں میاں بیوی باہمی رضامندی سے ازدواجی زندگی گزارنے لگے۔ آپ سے استفتاء کیا گیا تو آپ نے تحریری طور پر حکم شرعی بیان کر دیا کہ بغیر حلالہ دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے، دونوں کا اٹھنا بیٹھنا سب حرام دوبارہ ازدواجی زندگی گزارنے اور نکاح کرنے کیلئے حلالہ ضروری ہے۔ یہ جواب تحریر کر کے محلّہ کے صدر وسکریٹری اور بھی کئی حضرات کو بلا کر ان سب کے سامنے سائل اور صاحب معاملہ کو جواب سنا دیا۔ حضرت نے مطلقہ عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم اگر پہلے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی تو اس کے لئے حلالہ کرانا ہوگا ورنہ تم کبھی بھی اس کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ عورت نے کہا میں دوسرے مرد کے ساتھ نکاح تو کر لوں گی مگر اسے کچھ

(صحبت) کرنے نہیں دوں گی۔حضرت نے فرمایا پھر اس کے بغیر حلالہ کیسے ہوسکتا ہے، کیونکہ حلالہ میں وہ تو ہونا ہی ہے۔عورت نے انکار کردیا تو آپ نے پھر بھرے مجمع سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ عورت اپنے پہلے شوہر کیلئے بغیر حلالہ ہمیشہ کیلئے حرام ہے اور حلالہ کرانے پر راضی نہیں۔اسلئے اس کا بائکاٹ کیا جائے کیوں کہ بغیر حلالہ یہ پہلے والے شوہر کے ساتھ رہتی ہے جواب اس کے لئے اجنبی ہے اور اجنبی کے ساتھ رہنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔

تصلب فی الدین

تصلب فی الدین ایک مردمومن کی پہچان وشان اور عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شعار وعلامت ہے۔ایمان کا یہ لازمی حصہ آپ کی رگ وخون میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اسی کا اثر تھا کہ آپ بدعقیدہ اور گستاخان بارگاہ انبیاء واولیاء سے حد درجہ متنفر رہتے، ان سے سلام وکلام، میل جول، نشست وبرخاست، اکل وشرب، ان کے یہاں آنا جانا ،ان کی خیر وخبر اور ان کی صحبت ومعیت سے دور رہتے اور اپنے تلامذہ ومتعلقین ومتوسلین اور وابستگان دامن کو بھی ان خبیث وگمراہ اور بدعقیدوں کے ساتھ راہ ورسم پیدا کرنے اور تعلقات ہموار کرنے سے منع فرماتے تھے۔جب کبھی اچانک کسی بدمذہب سے ملاقات ہوجاتی یا کوئی بدعقیدہ کسی غرض سے آپ کے پاس آجاتا تو نہ سلام کرتے اور نہ اس کے سلام کا جواب دیتے تھے اور نہ بشاشت وطلاقت کے ساتھ ملتے بلکہ ترشروی سے ہی ملتے۔اپنے خطاب میں تو زبردست انداز میں رد بلیغ کرتے اور دوران درس بھی طلبہ کو بھی ان سے دوستی اور اتحاد ووداد سے باز رکھتے اور دور ونفور رہنے کی تلقین وتاکید فرماتے۔جولوگ انجانے میں اپنی بیٹی کا رشتہ ان کے گھر کر لئے ہوتے تو معلوم ہونے پر گھر والول کو رشتہ وتعلقات منقطع کر لینے پر ابھارتے۔اگر مان گئے تو ٹھیک ورنہ ان سے بھی آپ اپنی بیزاری کا اظہار کر لیتے ۔

آپ کے احباب میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو گمراہ و بددین تھے، جب آپ سن بلوغ کو پہنچے اور اسلامی تعلیم سے آراستہ ہوکر وراثت علوم نبویہ کا تاج آپ کے سر سجایا گیا اور رشتہ داروں کی بدمذہبی کا علم آپ کو ہوا تو فوراً آپ نے ان کی اصلاح پر پوری توجہ مرکوز کردی۔اورالحمدللہ بہت لوگ آپ کی اس انداز تبلیغ وتفہیم سے متأثر ہوکر بدعقیدگی سے تائب ہوکر سچے صحیح العقیدہ سنی ہوکر زندگی گزارنے لگے۔ایسے تمام معاملات میں اسلامی نقطہ نظر کو پیش رکھتے اور

وہ بھی بڑے شد و مد سے ۔ کسی بھی مسئلہ کا جواب دینے سے پہلے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کی طرف رجوع ضرور کرتے ۔ تاکہ آپ کا کوئی موقف اعلیٰ حضرت کی تحقیق وتدقیق کے خلاف نہ ہو جائے ۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے خطیب اور دین وسنت کے عظیم ترجمان تھے ۔ موئے سر مسلک اعلیٰ حضرت سے کبھی انحراف نہیں ہوا ۔ مدرسہ حنفیہ اشرفیہ لہان میں برسوں صدر المدرسین کے عہدے پر رہے اور ساتھ ہی دار العلوم سے ملحق جامع مسجد کے امام وخطیب بھی رہے ، جو شہر کی واحد مسجد ہے جس میں ہر فرقہ کے لوگ نماز جمعہ وپنج گانہ کے لئے آتے ۔ جس میں نمازیوں کا اژدحام کثیر ہوتا اور جمعہ کی نماز میں اچھی بھیڑ ہوتی کہ مسجد نمازیوں پر تنگ ہو جاتی اور سڑک پر بھی ایک صف لگتی ۔ جمعہ میں آپ خطاب وخطبہ تو مائک ہی سے کرتے مگر نماز بغیر مائک کے پڑھاتے جب کہ لوگوں نے مائک سے نماز پڑھانے پر زور دیا اور کچھ لوگوں نے تو دباؤ بھی ڈالا مگر آپ سختی سے اس کی مخالفت کرتے رہے اور جب تک وہاں رہے نماز جمعہ بغیر لاؤڈ اسپیکر کے پڑھایا ۔ ہر اس فتنہ کو دبا دیا جو سر ابھارنا چاہتا تھا اور اس کی آڑ میں مسلک اعلی حضرت پر کیچڑ اچھالنا چاہتا تھا ۔

مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کو بدمذہبوں سے جس قدر نفرت وعداوت تھی اتنی شدت سے نفرت تو دشمنوں سے بھی نہیں رکھتے ۔ بلکہ گستاخان رسول کریم اور شان رسالت میں توہین وتنقیص کرنے والوں کے علاوہ تو آپ کا کوئی دشمن ہی نہیں تھا ۔ یا یوں کہئے کہ ان دریدہ دہنوں اور گستاخوں کے سوا آپ کسی کو دشمن سمجھتے ہی نہیں تھے ۔ اعداء دین کیلئے آپ کوئی نرم گوشہ اختیار کریں یا سمجھوتہ سے کام لیں حاشا یہ ہو ہی نہیں سکتا ۔ اگر کوئی سامنے آجائے تو اسی انداز سے ملتے جس انداز سے حدیث میں ملنے کا حکم آیا ہے ۔ یعنی ترشروی کے ساتھ ۔ بدمذہبوں کا رد ، ان کے عقائد باطلہ سے نقاب کشائی ، زجر وتوبیخ صحیح اسلامی نقطہ نظر کی وضاحت ، مسلک حق ، مسلک اعلی حضرت کی نشر واشاعت اور اپنوں کو بدمذہبوں اور فرقہ ضالہ ومضلہ سے دور ونفور رہنے کی تلقین وتاکید کرنا آپ کا طرۂ امتیاز رہا ۔ نہایت جرأت وبیباکی کے ساتھ اظہار حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام خطرات سے بےخبر ہو کر ڈنکے کی چوٹ پر اس انداز میں کرتے رہے کہ :

آئین جواں مرداں حق گوئی و بےباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مقولہ ہے ” عالموں کا سارا کام دو کاموں پر منحصر ہے : ایک ملت کی

اصلاح اور دوسرا مخلوق کی خدمت ۔(اللہ کے فقیر ص ۶۸)

حضرت جنید بغدادی نے عالموں کے کارناموں اور ان کے معیار کی بنیاد جن دو چیزوں کو بتایا ہے بہت ہی اہم ہیں اور ان کو وہی کامل طور پر انجام دے سکتا ہے جو نام ونمود، ریا وسمعہ اور حرص وطمع سے پاک ہو اور ساتھ ہی پابند شریعت بھی ہو۔ حضرت امین شریعت کی ذات میں یہ دونوں عنصر بدرجہ اتم موجود تھے۔ ایک مدت دین کی خدمت کی اور تملق و مداہنت کو اس راہ میں جگہ دی اور نہ ہی مخلوق خدا کی خدمت میں کسی طرح کی کوتاہی اور نہ ہی ملت بیضاء پر آنچ آنے دی۔ آپ اس زاویہ سے بھی دوسرے علماء سے ممتاز ہیں۔

علماء اور ضعیفوں کی عزت وتوقیر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ عالم دین عام مومنوں سے سات سو درجہ بلند ہیں اور ہر درجہ کے درمیان پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرمان عالیشان ہے ''تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق۔ ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آئے، دوسرا صاحب علم و ہنر اور تیسرا عادل بادشاہ اسلام۔ ان فرامین عظمت نشان کی رو سے ہر اہل ایمان واسلام پر یہ ضروری ہے کہ علماء ملت اسلامیہ کی حد درجہ تعظیم وتوقیر کرے اور ان کی تجیل وتوقیر میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دے۔ کیوں کہ ان وارثان علوم نبویہ کو عنداللہ وعندالرسول بڑی عظمت وشرف حاصل ہے۔ عہد ماضی کے علماء ومشائخ کی کتاب زیست کا مطالعہ کرنے سے یہ بات ہویدا ہو جاتی ہے کہ ہمارے ان اسلاف کا شیوہ آپسی محبت ومودت، ایک دوسرے کے لئے ہمدردی کا جذبہ رکھنا تھا۔ اصاغر اکابر کی حرمت وعظمت کا پاس ولحاظ رکھتے اور اکابر علماء اصاغر کے ساتھ شفقت وخلوص کا معاملہ فرماتے تھے۔ حسد، کینہ، غیبت وچغلی کسی کی تذمیم وتقبیح اور زبان طعن وا کرنا ان کا مشغلہ نہیں تھا۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی کشتی حیات انہیں اسلاف کرام اور صوفیاء عظام کی روشن حیات کی سمتوں میں رواں دواں تھی۔

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ اکابر واصاغر اور معاصرین علماء ومشائخ کے ساتھ نہایت ادب واحترام، شفقت ومحبت اور تواضع وتذلل سے پیش آتے اور ساتھ ہی ضعیف وناتواں اور عمر رسیدہ لوگوں کی خدمت وخبر گیری اور اعانت ودستگیری بھی فرمایا کرتے تھے۔ نہایت خندہ پیشانی اور فراخدلی سے علماء وصوفیاء کی خاطر تواضع اور مہمان نوازی کرتے۔ اپنے معاصرین

علماء سے جب بھی ملتے تو خوبروی اور شگفتہ روی کے ساتھ ملتے تھے، اپنے پاس بغل میں بیٹھاتے اور اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ اساتذہ اور دوسرے اکابر علماء ومشائخ کی آمد وحضوری کو باعث سعادت ویمن تصور فرماتے اور خوب جی بھرکران کی خدمت کرتے تھے۔ آپ کی اس علماء نوازی اور بے مثال جذبہ ایثار کو دیکھ کر ہر آنے والا فرحت ومسرت محسوس کرتا اور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی ادا سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔

حضرت شمس الاولیاء علیہ الرحمہ باڑا لھوریا سے آپ کے بہتر تعلقات تھے۔ آپ حضرت کی بے حد تعظیم وتوقیر فرماتے اور شمس الاولیاء علیہ الرحمہ بھی آپ سے خوب محبت فرماتے تھے۔ غائبانہ آپ کا ذکر جمیل دوسرے حاضرین کی موجودگی میں کرتے رہتے۔ مفتی صاحب قبلہ سے جب بھی آپ کی ملاقات ہوتی اور جیسے ہی آپ پر مفتی صاحب قبلہ کی نظر پڑتی فوراً کھڑے ہو جاتے اور لپک کر سلام ومصافحہ کرتے اور اپنے حجرے میں خاص اپنے تخت پر تشریف رکھنے کو عرض کرتے۔ دست بوسی سے فراغت کے بعد چائے پانی اور ناشتہ کا انتظام کرواتے۔ وضو کے لئے پانی منگواتے۔ جب رخصت ہونے لگتے تو کچھ دور تک چھوڑ آتے۔ اور بوقت رخصت دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست بھی کرتے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ علماء سے بے حد محبت فرماتے اور کسی بھی عالم سے خود کو بڑا نہیں جانتے، تَـعَـلِّی اور غرور وتکبر کا شائبہ تو آپ کی ذات میں ذرہ برابر نہیں تھا۔ آپ تو سراپا عجز تھے اور پیکر اخلاق بھی۔ کسی عالم دین کی کوئی توہین کرتا یا کسی معزز صاحب علم وفن پر کوئی انگشت نمائی کرتا خواہ وہ کوئی بھی ہو آپ فوراً اس کی زبان مقفل کر دیتے۔ اور کسی عالم باوقار کی ہتک سے منع کر دیتے۔

جب میں دار العلوم حنفیہ اشرفیہ لہان آپ کی بارگاہ پر فیض وانوار میں نور علم کشید کرنے کے لئے حاضر تھا، دار العلوم کے کسی استاذ نے حضور شیر نیپال دام ظلہم العالی کے خلاف کچھ کہہ دیا یہ سنتے ہی آپ کا چہرا متغیر ہو گیا اور فوراً اس مولانا کی بے سروپا باتوں کا مسکت جواب دیکر اسے خاموش ولاجوب فرما دیا۔ اسی طرح ایک دفعہ دھنوشا ضلع کے کسی پروگرام میں کسی نیپالی مولانا نے اشارۃً حضور شیر نیپال کی ذات کو نشانہ بنایا، آپ کے تقویٰ اور زہد وورع پر واہیات کے انبار لگائے تو حضور مفتی صاحب قبلہ نے زبردست اور علمی پیرائے میں دفاع کیا اور اس مقرر کی زبان پر ایسا تالا لگایا کہ لاجواب ہو گیا۔ آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں آپ کی ولایت وتقویٰ شعاری پر ایک مدلل و

مبرہن گفتگوفرمائی۔اس طرح بہت سے واقعات ہیں جن سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آپ کے دل میں علماء کی کیا قدرومنزلت تھی اور کسی عالم باعمل کی تضحیک وتکذیب اور نادان مولویوں کی طعن وتشنیع اور وار کا بھرپور جواب دیکر علماء کرام کے حق کوادا فرماتے تھے۔

جب راستہ چلتے

حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ کا ہرانداز وطریقہ حضور علیہ السلام کی سنت مبارکہ کی اتباع وعکس تھا۔میرے سرکار ﷺ جب راستہ چلتے تو نظریں نیچی کر کے چلتے،راہ گذرکوسلام کرتے تھے۔سرکار کا یہ سچا عاشق بھی جب راستہ چلتا تو راستہ کے آداب ملحوظ رکھتا اوراسی کیفیت کے ساتھ چلتا جس طرح میرے آقا ﷺ چلتے تھے۔راستہ کے ایک کنارے ہو کر،نظریں جھکا کر،میانہ روی کے ساتھ چلتے۔ادھرادھر تاکنے کی عادت آپ کی بالکل نہیں تھی۔اگرکوئی سنی مسلمان راستہ میں مل جاتا تو سلام ضرور کرتے اوراگرشناسا ملتا تو سلام ومصافحہ کے بعد خیروخبر بھی دریافت کرتے تھے۔راستہ میں گراپڑا سامان نہیں اٹھاتے تھے۔اگرکبھی کوئی قیمتی چیز دکھ جاتی تو اس نیت سے اٹھالیتے کہ کہیں کوئی دوسرااٹھا کرہضم نہ کرلے۔ آپ اسے اٹھالیتے اور ہاتھ میں لہراتے ہوئے گذرتے تاکہ اس کے مالک کی نظراس پر پڑجائے اور وہ اپنا مال لے لے۔

ایک بارآپ بیدہی بازار سے گھرآرہے تھے،راستہ میں ایک تھیلی ملی جس میں بہت سارے روپے تھے۔آپ نے اسے اٹھالیااور ہاتھ میں لہراتے ہوئے یہ صدادیتے گذررہے تھے کہ''یہ کس کی ہے یہ کس کی ہے؟'' کچھ دورہی گئے ہوں گے کہ اس کا مالک ہانپتا ہوا،گھبرایا ہوااورافسردہ آتا دکھائی دیا۔آپ نے اسے دیکھتے ہی تھیلی چھپالی۔پھراس آدمی سے پوچھا کیابات ہےاس طرح ہانپ کیوں رہے ہواوراتناپریشان کیوں ہو؟ آپ نے تھیلی اس لئے چھپادی تاکہ کہیں ایسانہ ہوکہ یہ اس تھیلی کا مالک نہ اور دعویٰ کردے کہ میری ہے۔آپ کے دریافت کرنے پراس نے تھیلی کے کھوجانے کا واقعہ سنایا۔آپ نے دریافت کیا اس تھیلی کا رنگ کیا تھا اوراس میں کتنے روپے تھے؟ جب پوری تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ وہ تھیلی اسی کی ہے تو تھیلی نکال کراسے دیدی اورفرمایا کہ آئندہ خیال رکھنا۔اس نے تھیلی کھول کردیکھا تو جتنا روپیہ تھا وہ سب موجود ہیں۔اس نے آپ کا شکریہ ادا کیااور کچھ روپے آپ کی طرف بڑھایا آپ نے اس ڈانٹ کرواپس کردیا۔

پند و نصیحت

حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ دوران خطابت، نجی مجلسوں اور اثناء درس و تدریس اکثر ناصحانہ کلام فرماتے اور نہایت دل نشیں پیرایہ میں پند و نصیحت فرماتے تھے۔ دوران نصیحت و موعظت آپ کی گفتگو معنیٰ خیز اور پر اثر ہوتی تھی۔ عذوبت و حلاوت اور خلوص و پیار سے لبریز ہوتی، دل کی گہرائیوں میں اتر کر مخاطب کو دعوت عمل دیتی۔ آپ کسی کو نصیحت و خیر خواہی کرنے میں درشت کلامی کرتے نہ غلظت طبع کا مظاہرہ کرتے اور نہ ہی کسی کو سخت و سست کہتے تھے۔ بلکہ آپ کی گفتگو ''بَشِّرُوا وَ لَا تُنَفِّرُوا '' کا عکس احسن ہوتی تھی۔ دوران نصیحت ایسا محسوس ہوتا کہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے حکمت و دانائی کے پھول جھڑ رہے ہوں۔ مخاطب جسے آپ نصیحت کرتے اپنے اندر ایک انقلابی جذبہ محسوس کرتا اور اپنے اس ناصح و مربی کی بارگاہ میں عقیدت و محبت اور امتنان و تشکر کے گلہائے عطر بیز پیش کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

آپ کے انداز نصیحت میں حضورﷺ، صحابہ و تابعین، اسلاف و بزرگان دین کے انداز و اسلوب مکمل طور پر نمایاں تھا۔ چلتے پھرتے کسی ایسے بچہ پر نظر پڑ جاتی جو لہو و لعب میں مشغول ہوتا تو اسے بھی شائستگی کی نصیحت فرماتے تھے۔ جو طالب علم میں وقت ضائع کرتا اسے بھی نصیحت فرماتے اور وقت کی قدر و اہمیت سے آگاہ فرما کر حصول مقصد پر انگیخت فرماتے۔ غافل اور لاپرواہ اور خلاف شرع امور انجام دینے والے حضرات کو بھی متنبہ فرماتے اور اسلامی حدود و اصول اپنانے کی ترغیب فرماتے۔ آپ کی نصیحت سے لبریز گفتگو بیشتر اوقات ترغیب پر مشتمل ہوتی اور بسا اوقات بقدر حاجت ترہیات پر بھی۔ آپ کی ہر بات جو نصیحت و عبرت کے بطور زبان فیض رساں سے نکلتی تھی وہ دل کی آواز ہوتی تھی اور سننے والے کے دل میں اتر جاتی تھی۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ اگر ناصح مخلص و مشفق ہو تو یقیناً اس کا ہر جملہ معنی خیز اور اثر انداز ہوتا ہے۔

ایک بار حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جوان کو ہنستے دیکھ کر فرمایا 'بیٹے! تم پلصراط سے گزر چکے؟ اس نوجوان نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا'' تجھے معلوم ہے تیرا ٹھکانہ جنت ہے یا دوزخ؟ عرض کی نہیں! فرمایا'' پھر تو کیوں ہنس رہا ہے؟ پھر وہ نوجوان اس نصیحت کے بعد کبھی بھی ہنستا ہوا نہیں دکھا۔ یہ کلام سحر انگیز اس وجہ سے تھا کہ آپ خود عامل تھے اور پھر اس نصیحت و خیر خواہی میں مخلص بھی اور ساتھ ہی انداز نصیحت مخلصانہ و مشفقانہ اور بے مثال و بے نظیر تھا۔ اسی طرح حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ کی ذات جو مکارم اخلاق سے عبارت تھی اور جس کے قول و فعل میں

یکسانیت بھی پند ونصیحت کے وقت اپنے بزرگوں کے اسلوب پیش نظر رکھتے تھے۔حضورﷺ کی سیرت مبارکہ اور اسلاف کی حیات زریں کے واقعات اورقصص وامثال بھی بیان کرتے ،جس سے سامعین ومخاطبین پرایک گہرااور بہتراثر مرتب ہوتا۔مگراس طرح رفق ولینت کا معاملہ صرف سنی عوام ہی کے ساتھ برتتے تھے۔کسی بد دین وگستاخان بارگاہ نبوت ورسالت سے ہم کلام ہوتے تو تیور فاروقی اور غلظت وسختی کے ساتھ ہی زجر وتوبیخ فرماتے اور بلا رو رعایت برملا اظہار حق فرماتے۔یہ انداز وہنر آپ میں زمانہ طالب علمی ہی سے ودیعت کیا ہوا تھا۔

ایک بات میں کہہ دوں کہ ناصح ومصلح کے لئے ضروری ہے کہ علم وعمل،صدق ووفا سے آراستہ ہو اوراس کا راہم میں مخلص بھی ہو۔کیونکہ جوخودعلم کی دولت سے بے بہرہ ہو،جودعوت وتبلیغ اور پند ونصائح کے لئے ضروری امر ہے وہ دوسروں کونصیحت کرنے کا اہل کیسے ہوسکتا ہے؟اور پھراس کی دعوت وتبلیغ اورموعظت کا اثر اچھا اورنتیجہ خیز کب ہوسکتا ہے؟ جیسے کوئی شخص اندھیرے میں پگڈنڈی پر چل رہا ہواورسیدھی راہ پر چلتے چلتے اچانک اس کا قدم کسی دوسرے راستہ کی طرف پڑ جائے اور راستہ میں کوئی عقل وتدبراور بصیرت وبینائی سے محروم شخص مل جائے اوراس سے کہے کہ ارے میاں!تم اندھیرے میں راستہ بھول گئے ہوآؤ میں تمہیں منزل تک پہونچا دوں۔بیچارہ اندھیرے کا مسافر خود آنکھوں کی بصارت ونور سے محروم ہے،جوخود کچھ نہیں دیکھ سکتا وہ دوسروں کی رہنمائی کیا کرسکتا ہے۔بلاتمثیل حضرت امین شریعت ایسے ناصح تھے جوخود عامل بالحسنات بھی تھے اورعلوم واخلاق سے مزین بھی تھے،سنجیدہ مزاج بھی تھے اور حلیم وبردبار بھی تھے۔پھر’’ لم تقولون مالا تفعلون ‘‘ کا اصول وضابطہ پیش نظر رکھ کرنصیحت اورغیروں کی خیر خواہی کے لئے کوشاں رہتے اوراس کارا ہم کواپنا مشن اورایک عظیم دینی قومی خدمات بھی تصورفرماتے تھے۔آپ کے اسرار تنصیح وتذکیر کا ایک اہم اور کامیاب حصہ یہ تھا کہ اگرکوئی شخص متعدد عصیان وآثام اور جرائم کا مرتکب وعادی ہوتا تو اس سے مخاطب ہونے اورنصیحت کے وقت اس امر کی تشخیص ضرور فرمالیتے تھے کہ ان جملہ جرائم ومعصیات میں کلیدی جرم کون سا ہے؟وہ کون سا گناہ ہے جوان تمام گناہوں کے ارتکاب کا ذریعہ ہے؟اسکی تعین کے بعد سب سے پہلے اسی اصل مرض وجرم کا علاج واصلاح فرماتے جس کی وجہ سے دوسرے تمام گناہوں کی اصلاح خودبخود ہو جاتی اور تمام گناہوں کا سد باب بھی۔یہ انداز واسلوبِ اصلاح وتنصیح اس بات کی طرف غماز ہے کہ آپ کوحضور رحمۃ للعالمین

ﷺ کی سیرت کریمہ اور انداز تبلیغ ونصیحت کا کافی گہرا مطالعہ تھا۔ایک شخص حضورﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھ میں چار بری خصلتیں ہیں: (۱) بدکاری (۲) چوری (۳) شراب نوشی (۴) دروغ گوئی۔ان میں سے جس کو فرمائیں میں آپ کی خاطر ترک کردوں! ارشاد ہوا جھوٹ بولنا ترک کردو۔اس نے عہد کرلیا۔اب جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو نفس نے شراب نوشی، بدکاری اور چوری پر برانگیختہ کیا۔پھر خیال آیا کہ جب صبح بارگاہ نبوی میں حاضر ہوں گا تو کیا جواب دوں گا؟ سچ بتادوں گا تو سزا ملے گی اور جھوٹ بولا تو بدعہدی اور وعدہ خلافی ہوگی۔چنانچہ وہ جملہ جرائم سے باز آگیا اور صبح دوڑے حاضر خدمت اقدس ہوکر پورا قصہ کہہ سنایا یہ سن کر حضورﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا سچائی نیکیوں کی جڑ ہے۔

تلامذہ

حضرت امین شریعت کے دستر خوان علم وحکمت اور آپ کے میخانہ معرفت وطریقت سے شب و روز اپنی علمی تشنگی بجھانے والے تلامذہ میں ایسے افراد بھی ہیں جو ہمہ جہت، سیماب صفت اور عدیم المثال کارناموں کے حاملین اور بے نظیر دین اسلام کے خادمین وناشرین ہیں، جو آپ کے فیض بے کراں اور فیض رساں صحبت سے استفادہ کرکے آپ ہی کے منہج تبلیغ اور طریقہ دعوت وارشاد کو نمونہ بنا کر مخلوق خدا کی خدمت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔ آپ کے دربار مرکز فیوض ومنبع برکات میں اکتساب فیض کے لئے طلبہ دور دور سے سفر طے کرکے آتے اور اپنے مقصد کی تکمیل میں سالوں آپ کی خدمت وصحبت میں بتانے کے بعد کامل ومکمل ہوکر اپنے وطن لوٹتے اور جو فیض اس مربی مخلص کی بارگاہ سے حاصل ہوتا دوسروں تک پہچانے میں مشغول ہو جاتے اور تا ہنوز کامیاب و باصلاحیت آپ کے پروردگان اس تعلیمی وتبلیغی سفر کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔یقیناً ان تلامذۂ ذی استعداد کے قابل تقلید اور لائق تہدیہ وتبریک کارناموں اور خدمات سے آپ کی روح فرحت وانبساط سے قبر میں بھی جھوم رہی ہوگی اور اس بہترین صدقہ جاریہ کا ثواب تا قیامت آپ کے نام اعمال میں مندرج ہوتا رہے گا۔صدقہ جاریہ کی صورت میں ایک دبستان علم بنام ''دارالعلوم امجدیہ'' لگایا اور پوری زندگی اپنے نفع بخش علم سے مشتاقان علم کو اس دولت بے بہا سے مالا مال کرتے رہے۔اور جب دنیا کو خیرآباد کہہ کر داعی اجل کی صدا پر لبیک وسعدیک کہا تو حضرت مفتی احمد رضا امجدی ثقافی اور مولوی محمد حامد رضا جیسے نیک خوفرزند چھوڑ گئے۔

حضرت امین شریعت نے نام ونمود اور مدح وستائش کی حرص وطمع سے پاک زندگی بسر کی۔آپ تو صرف رضائے مولیٰ کے طالب تھے۔آپ کے دل میں بھی یہ امید پروان چڑھ رہی تھی کہ آپ کو نیک وصالح اولاد اور مخلص و باوفا تلامذہ ملے جو بعد ممات آپ کی مغفرت وبخشش کا بہترین ذریعہ بنیں۔الحمدللہ! آپ کی امیدوں کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔اور آپ کے تلامذہ جو علم وادب کے بادشاہ اور شعور وآگہی کے جوہر تاباں ہیں اپنے علم وعمل کی ضیاء پاشی وضوفشانی سے ایک جہاں کو روشن ومنور کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کے ان تمام جاں نثار شاگردوں کو گونہ گوں خصلتوں کا مجمع بنا دے اور آپ کی مغفرت کی سبیل۔موصوف کے میکدۂ علم سے جی بھر کر جام وسبو سے سیراب ہونے والے تمام تلامذہ کے اسماء واحوال تادم تحریر دستیاب نہ ہوسکے جس کی وجہ سے ان جملہ حضرات کے اسماء ضبط تحریر نہ کرنے پر میں نادم ہوں۔ ہندوستان کے مدارس میں تدریس کے دوران جو جیال تلامذہ پیدا ہوئے ان پر تو آگہی بالکل نہیں ہوپائی۔ تاہم نیپال کے مدارس میں تدریسی خدمات انجام دینے کے دوران جو تلامذہ معرض وجود میں آئے ان کی فہرست لمبی ہے، قصداً ان کے اسماء تحریر کرنے سے صرف نظر اس لئے کیا جارہا ہے کہ بعض کے اسماء مفتی احمد رضا کے مضمون میں ہیں، تأثرات کے کالم میں آپ ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

وصال پرملال

ایک عالم دین کی موت صرف ایک فرد کی موت نہیں ہوتی، ایک تحریک ہی کی موت نہیں ہوتی بلکہ ''مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعالَمِ ''عالم کی موت ایک جہاں کی موت ہوتی ہے۔عالم خداترس کی موت پر جہاں کئی ایک تحریک یتیم ہوجاتی ہیں وہیں نہ جانے کتنی محفلیں بےنور وبےکیف ہوجاتیں ہیں۔ کتنے مراکز عقیدت حسرت ویاس کے سمندر میں ہچکولے کھانے لگتے ہیں۔ ہزاروں افراد عالم دین کی موت کی خبر سن کر مضطرب وبےچین ہوجاتے ہیں، آہ وفغاں سے پوری فضا گونج اٹھتی ہے۔آسمان اشک بار ہوجاتا ہے، زمین سسکیاں بھرنے لگتی ہے، چرند وپرند کی خوشیوں ں کا چمن ویران ہوجاتا ہے، عندلیبان حدائق کی چہچہاہٹ دھیمی ہوجاتی ہے۔علماء وفقہاء اور اہل خیر کی موت کے باعث زمین خراب ہوجاتی ہے۔ اس کے لہلہاتے پودھوں، گلوں اور کلیوں کی جہاں بےرنگ ہوجاتی ہے، اس کی شادابیاں اور رونقیں ختم ہوجاتی ہیں۔للہ درالقائل:

الارض تحیا اذا ما عاش عالمها
متیٰ یمت عالم منها یمت طرف
کالارض تحیا اذاما الغیث حل بها
وان ابیٰ عاد فی اکنافها التلف

ترجمہ: زمین زندہ رہتی ہے جب تک اس کا عالم زندہ رہتا ہے۔ جب اس کا عالم فوت ہوجاتا ہے تو یہ بھی ویران ہوجاتی ہے۔ جس طرح کہ بارش برسنے سے زمین زرخیز اور شاداب رہتی ہے۔ اور اگر اس کے اطراف میں بارش برسنے سے رک جائے تو بربادی اپنے پیر جمالیتی ہے۔

کچھ اسی طرح کا منظر ۱۵؍ذوقعدہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۴؍اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز جمعہ تھا، ہر دل محزون تھا، ہر آنکھ آبدیدہ تھی، ہر جسم ساکت و جامد تھا، فضا سوگوار تھی، ہر دل بیچین ومضطرب اور پریشان حال تھا۔ کیوں کہ آج ایک ایسا عظیم مربی دنیا سے رخصت ہوگیا، جو ہر انجمن کی زینت ہوا کرتا تھا، جو محفل کی آن وبان اور شان وشوکت ہوا کرتا تھا۔ جو پیکر خلوص تھا۔ صاحب کردار عالی تھا، جس کا شیوہ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کرنا تھا، جو ہر کسی سے بلا تفریق خوش مزاجی سے ملتا تھا، جس کا سینہ محبوب رب العالمین کے عشق لازوال کا گنجینہ تھا۔ جو قوم کا ہمدرد تھا اور ملت کا محسن تھا، استقامت، صلابت، امانت داری، دیانت داری، شگفتہ طبعی، ملاطفت، احسان وخیر اور صبر وشکیب جیسی خصلتیں اس کی خلعت فاخرہ تھیں۔ جس پر علماء کو بھی ناز تھا اور محلّہ وملک کو بھی فخر تھا۔ جس کا وجود اہالیان وطن کے لئے باعث صد افتخار وعزت تھا۔ جو بزم ولایت کا چراغ تھا اور عزت ووفا اور علم وحکمت کا چشمۂ سیال تھا۔ آج اسی پیکر تواضع شخصیت کے وصال کی خبر سن کر عقیدت مندوں کی دنیا بے نور ہوگئی۔ ہر وہ شخص جسے اس عالم ربانی کی رحلت کی خبر موصول ہوئی اس کا ذہن شل ہوکر رہ جاتا۔ جس عبقری شخصیت اور قابل فخر فرزند اسلام کے وصال پر آج عقیدت مندوں کی دنیا ماتم کناں ہے اس ذات کا نام امین شریعت حضرت مفتی محمد امین الدین نوری علیہ الرحمہ ہے۔

آپ کا وصال ۱۵؍ذوقعدہ مطابق ۱۴؍اکتوبر ۲۰۱۱ء کو بروز جمعہ آپ کی پیشن گوئی مطابق ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ میں عشاق ومحبین کا ازدحام کثیر تھا۔ آپ کے صاحبزادے خلف اکبر حضرت مفتی احمد رضا نے نماز پڑھائی اور آپ کا قائم کردہ ادارہ مدرسہ دارالعلوم امجدیہ کے صحن میں تدفین عمل میں آئی۔ جمعہ کے

مبارک دن میں آپ کا وصال ہوا جو بلا ریب وارتیاب اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ اللہ کے مقرب ترین بندوں میں سے تھے اور بے شک آپ جنتی ہیں۔ کیوں کہ حدیث میں ہے کہ جس کا وصال جمعہ کے دن یا رات میں ہوا وہ عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

حضرت امین شریعت علیہ الرحمہ کی زندگی آئینے کی مانند صاف وشفاف تھی۔ جن کی حیات کا گلشن بہت ہی مشکبار تھا۔ جن کی رفتار وگفتار کتاب وسنت کی آئینہ دار ہوا کرتی تھی۔ آج وہ اپنے پروانوں کی انجمن سے بہت دور چلے گئے۔ مگر اپنے زریں کارناموں کی بدولت ہمیشہ یاد کئے جاتے رہیں گے اور یاد کئے جارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی خوابگاہ کو انوار وتجلیات کا گہوارہ بنائے اور ان کے توسل سے ہم سب مسلمانان اہل سنت کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

جہاں میں جب بھی کوئی اچھا کام کرتا ہے
زمانہ اس کو ادب سے سلام کرتا ہے
خدا رکھے انہیں اپنی سدا آغوش رحمت میں
مقام و مرتبہ اونچا کرے اللہ جنت میں

کرامات:

(۱) جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت مولانا مفتی محمد احمد رضا ثقافی کو بلایا اور فرمایا کہ یہ میری انگوٹھی اسے تم پہن لو کل میرا انتقال ہو جائے گا۔ اس پیشن گوئی کے مطابق اسی خاص دن میں آپ کا انتقال ہوا جس دن کی تعیین آپ نے ایک روز قبل فرمائی تھی۔ یہ ایسی کرامت ہے جس سے اللہ عزوجل اپنے خاص بندے کو ہی اپنے محبوب پاک صاحب لولاک کے صدقہ وطفیل نوازتا ہے۔ جیسا کہ ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے۔

(۲) آپ کے وصال سے دو سال قبل کا واقعہ ہے کہ آپ ہی کے گاؤں کی ایک عورت آپ کے پاس ایک چھوٹا بچہ لیکر آئی عرض کی حضرت میرا بچہ بہت بیمار رہتا ہے بہت علاج کرایا ہے ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ آپ نے اس ننھے بچہ

کے لئے دعا کردی اور ایک تعویذ بھی لکھ کر اس عورت کو دیدیا اور فرمایا کہ اس بچہ کے گلہ میں لگا دینا۔اور جب ٹھیک ہو جائے تو غوث پاک کے نام سے فاتحہ کرانا۔کچھ ہی دنوں کے بعد اس کا بچہ بالکل صحت مند اور تندرست ہو گیا۔مگر اس عورت کو یاد نہیں رہا کہ نیاز اور فاتحہ دلانا ہے۔جب آپ سخت علیل ہو گئے تو ایک دن یعنی دو سال کے بعد وہی خاتون آپ کے پاس آئی تو آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تم نے اب تک فاتحہ اور نیاز دلایا نہیں۔یہ سنتے ہی وہ عورت چونک گئی کہ ہم تو بھول گئے تھے مگر حضرت کو کیسے معلوم ہوا کہ اب تک میں نے فاتحہ اور نیاز نہیں دلایا ہے۔اسی دن اس خاتون دو مرغا خریدا اور ذبح کر کے غوث پاک کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ کرایا۔

(۳) جب آپ دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اسی زمانے کی بات ہے کہ حسب معمول آپ فجر کی نماز پڑھ کر تفریح کے لئے گرامین کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، جب واپس ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھٹی اس پار کا ایک نوجوان لڑکا جس کا نام صلاح الدین تھا جو اس وقت قطر میں کام کر رہا ہے وہ سڑک پر پیٹ پر دونوں ہاتھ رکھ کر درد سے کراہ رہا ہے۔آپ وہاں رک کر فرمایا کیا ہو گیا اور تم کیوں کراہ رہے ہو؟ اس نے عرض کیا حضرت میرے پیٹ میں اچانک بہت درد ہونے لگا میں ایک کام سے جا رہا تھا۔آپ نے فرمایا رکو! میں ابھی اس کا علاج کر دیتا ہوں۔یہ کہہ کر قریب سڑک کنارے ایک درخت کے پاس سے چھوٹے چھوٹے چند پودے لگے ہوئے تھے ان پودوں سے کچھ پتہ توڑا اور کچھ پڑھ اس کو دیا اور فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھالو۔کھاتے ہی اس کا درد فوراً ختم ہو گیا۔آپ نے فرمایا مدرسہ آنا اور پتہ تم کو دوں گا۔جب مدرسہ وہ شخص پہونچا تو آپ نے دو چار پتے دئے۔وہ شخص وہ پتہ لے کر اسی درخت کے پاس گیا اور ان پودوں کو تلاش کیا مگر ان پودوں میں سے کسی پودا کے پتے سے وہ پتہ مل نہیں رہا تھا۔وہ شخص حیران تھا کہ حضرت نے یہیں سے توڑا تھا مگر یہاں اس پتہ کا کوئی پودا نظر نہیں آ رہا ہے۔آخر وہ تعجب میں ڈوبا ہوا گھر واپس آ گیا اور سوچتا رہا کہ یہ حضرت کی کرامت تھی اور کچھ نہیں۔

(۴) ۱۸؍مارچ ۲۰۱۷ء کے جلسہ ء امین شریعت میں لوگ کافی تعداد میں دور و نزدیک سے آئے ہوئے تھے۔اور اتنے لوگ آئے تھے کبھی بھی اس کا گمان تک نہیں ہوا تھا۔اسی شب تقریباً گیارہ بجے کے بعد ایک عورت کا بچہ کافی بیمار ہو گیا، اسے نیمونیہ کی شکایت ہو گئی۔ایمبولینس کا نمبر تلاشا گیا نہیں ملا ایک ڈاکٹر کو دیکھایا تو اس نے بتایا

کہ اسے نمونیہ ہو گیا ہے فوراا سے جنکپور لے جاؤ۔اب عورت بیحد پریشان ہوگئی اسے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اتنی رات میں کیا کرے۔ایک مولانا صاحب نے کہا کہ مفتی امین الدین علیہ الرحمہ کے مزار پر لے جاؤاوران کے وسیلے دے دعا کرو۔چنانچہ وہ خاتون اس مولانا کی رہنمائی میں مزارشریف کے پاس باہر کھڑی ہوگئی اور وہیں سے دعا کرنے لگی مولانا صاحب نے قبرشریف سے کچھ مٹی لیکراس عورت کودیدیااس نے بچہ کے جسم پرلگایا۔کچھ دیر کے بعد اس کا بچہ صحیح ہو گیااور نیمونیہ کی بیماری ختم ہوگئی۔بچہ کوشفایاب دیکھ کرخوشی سےاس نے عہد کیا کہ میں ایک بکرا یہاں ذبح کر کے فاتحہ دلانا چاہتی ہوں۔جانشین حضورامین شریعت مفتی احمدرضا کواطلاع دی گئی آپ فوراوہاں پہنچے اور فرمایا کہ بکرا یہاں ذبح کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے،اس سے مزار کی بےحرمتی کا خدشہ ہے۔اگرآپ فاتحہ دلانا چاہتی ہوصاحب مزارحضورامین شریعت کےایصال ثواب کے لئے تو گھر پرہی ذبح کر کے فاتحہ دلالینا۔



تأثرات

امین شریعت حافظ احادیث کثیرہ:

شیر نیپال قاضی القضاۃ حافظ وقاری مفتی جیش محمد صدیقی برکاتی رحمہ اللہ
جتنی حدیثیں زبانی مفتی امین الدین کو یاد تھیں نیپال میں اتنی حدیثیں کسی کو یاد نہیں تھیں۔

امین شریعت قلزم علم وفن

مفتی محمد عثمان صاحب قبلہ برکاتی
استاذ مدرسہ فیضان مدینہ مزار محلّہ (جنکپور نیپال)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم نبیل، فاضل جلیل تواضع کا پیکر، اخلاص کا مشتری، سرچشمہ محبت، زہد وورع کا مجسمہ، لطیف طبیعت اور پا کیزہ سیرت کے حامل، صاحب فتوی وتقویٰ حضرت علامہ مفتی امین الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان طاب اللہ ثراہ وجعل اللہ الجنۃ مثواہ کی حیات مثل آئینہ صاف وشفاف، اپنی ایچ پیچ سے ہمیشہ گریزاں رہے۔ مرض شکم میں اکثر پریشان رہے اخیر میں یہی مرض خطرناک ثابت ہوا اور چند ماہ سخت علالت میں گزار کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

مسلم شریف کی حدیث ہے جو حضرت عبداللہ سے مروی ہے:

عن عبد اللّٰه قال دخلت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يو عك فمسسته بيدى فقلت يا رسول الله انك لتو عك وعكا شد يدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجل انى اوعك كما يو عك رجلان منكم قال فقلت ذالك ان لك اجرين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجل ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مسلم يصيبه اذىً من

مـرض فـمـا سوا ه الا حط الله به سيأ ته كما تحط الشجرة ورقها ۔(مسلم شریف باب ثواب المؤ
من فیما یصیبہ من مرض اوحزن)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کو بخار تھا۔ میں نے آپ کو ہاتھ لگا کر دیکھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سخت بخار ہے۔ آپ نے فرمایاہاں! مجھے تم میں سے دوآدمیوں جتنا بخار ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو دگنا اجر ملتا ہے؟ آپ نے فرمایاہاں! پھرآپ نے فرمایا جس مسلمان کو بھی مرض یا اور کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے اللہ تعالی اس کے سبب سے اس کے گناہ مٹا دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ یوں تو صاحب اوصاف عدیدہ تھے مگر آپ کی زندگی کے دو روشن باب خاص طور پر قابل رشک ہیں۔

اول: آپ کی تدریسی زندگی۔

دوم: آپ کا انداز وعظ وتقریر۔

آپ کی کم وبیش ۳۰، ۳۱ سالہ تدریسی زندگی نظر پر ڈالنے سے محسوس ہوتا ہے کہ ہزاروں تشنگان علوم وفنون کو اپنے قلزوم علم وفن سے سیرابی بخشی ہے۔ کیونکہ بعد فراغت بلاوقفہ آپ پوری زندگی کسی نہ کسی ادارے سے وابستہ رہےاور تعلیمی شغل جاری رکھے۔ الحمدللہ حدیث پاک میں ہے کہ’’ خيـركـم من تعلم القرآن وعلمه‘‘ تم میں سب سے بہتر وہ انسان ہے جس نے قرآن پڑھنے اور پڑھانے کا کام کیا۔لوگ اپنی پوری پوری زندگی طلب معاش میں صرف کرتے ہیں مگر اللہ کے اس عبدصالح نے پیغام قرآن کو عام کیا اور ضیاءقرآن سے قلوب واذہان کو روشن کر نے کا کام کیا۔اور دوسری جانب آپ کے تلامذہ کی وافر مقدار یقیناً آپ کے لئے صدقہ جاریہ بھی ہے۔حدیث میں آیا ہے:

اذامـا ت الا نسـا ن انـقـطـع عمله الا من ثلثة من صد قة جا رية او علم ينتفع به او ولد صا لح يدعو له ‘‘الحمدللہ صدقہ جاریہ کی تینوں صورتیں آپ کے لئے ثابت ہوئیں۔وہ اس طرح کہ آپ اپنی بستی

میں ایک قلعہ بنام مدرسہ دارالعلوم امجدیہ قائم فرمایا علماء پیدا کئے۔اورفرزند بھی ایسا کہ وہ بھی فاضل جلیل اور مفتی بن کر چمکے،شہرت کے افق پر چھائے یعنی عزیز سعید حضرت علامہ مفتی احمد رضا ثقافی جواس وقت دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان بازار کے صدر مدرس اور دارالافتاء کے مفتی ہیں۔ یہ بھی اپنے والد کی تفسیر بن کر مقبولیت کے فلک چہارم پر براجمان ہیں۔میدان خطابت کو کود چکے ہیں اور امید ہے کہ اس کی بلندیوں تک پہنچنے میں کوئی دیر نہیں ہوگی۔اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ۔

آپ کا انداز وعظ وتقریر: حضرت مفتی صاحب کی پوری زندگی رشد وہدایت، اصلاح وتبلیغ اور وعظ وتذکیر میں گزری۔آپ کا وعظ وبیان انتہائی دلنشیں مؤثر اور دلوں کی گہرائی میں اتر جانے والا ہوا کرتا تھا۔افسانوی طرز کے بجائے احادیث نبویہ اور آیات قرآنیہ سے مزین اور اقوال بزرگاں سے مرصع۔پھر یہ کہ جس عنوان کو لے لیتے تو بقدر گنجائش وقت الم نشرح کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔ذالك فضل الله يؤ تيه من يشاء "

کاش آپ کی تمام قیمتی تقریر محفوظ کی گئی ہوتیں تو آپ یقین جانیں کہ خاص وعام سب کیلئے ایک عظیم سرمایہ اور واعظین کے لئے وافر خزانہ ہوتا۔حضرت مفتی صاحب کے چند نمایاں اوصاف میں وصف انکساری بہت نمایاں تھا۔سادی طبیعت اور سادی وضع قطع کے عادی، نام ونمود سے دور اور ریا کاری سے نفور رہے۔میں نے خود ان کی دوسالہ زندگی بہت قریب سے دیکھی ہے، کئی جلسوں میں معیت رہی ہے۔کہیں کہیں تو میں نے زبردستی ان کو جبہ پہنایا ورنہ ان کی طبیعت میں یہ باتیں کہاں تھیں۔اللہ نے ان پر بڑا اکرم کیا کہ ریا کاری سے ان کو سخت دوری تھی ظاہر وباطن اور حال وقال میں یکسانیت رہی۔الحمدللہ ثم الحمدللہ! حضرت مفتی صاحب اس بدانجام ریا کاری سے ہمیشہ دور رہے، اپنے انداز میں وعظ فرماتے تھے جس میں نہ کسی کی نقل ہوتی تھی اور نہ ہی ریا اور نہ بناوٹ اور تصنع کا دخل تھا۔مولیٰ عز وجل حضرت مفتی صاحب کی قبر کو اپنی رحمت کے پھول سے بھردے اور روضة من رياض الجنة بنادے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

دعا گو ودعا جو: محمد عثمان مصباحی

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

کہاں سے لاؤں جسے تجھ سا کہوں

مولانا محمد ضمیر الدین قادری دام ظلہ العالی تاراپٹی (نیپال)

۹۲/۸۶ء

گلشن اسلام کا شگفتہ گلاب، فصل محبت وشفقت کا فصل بہار، شعور فکر وفن کی عظیم یونیورسیٹیحضرت علامہ ومولانا المفتی محمد امین الدین رحمۃ اللہ علیہ نہایت صاف، ستھرے اور ایسے پاک دامن عالم باعمل تھے جو اخلاق وکردار کا درپن، علم وعمل کا آئینہ اور عظمت ووقار دین وسنت تھے۔ اساتذہ خصوصاً حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے محبوب نظر، فیض یافتہ شاگرد اور ہر دل عزیز شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کی بارگاہ فیض اور مرکز علم وفن سے نکلنے والے طلبہ اور شاگردوں میں آپ نہایت قدر وعظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اساتذہ وتلامذہ سبھی میں آپ کی مقبولیت، ہر دل عزیزی یکساں تھی۔ ہر مشکل گھڑی میں آپ صبر وتحمل سے کام لیتے۔ ابتلاء وآزمائش میں آپ کا قدم استقلال ذرا بھی نہیں ڈگمگاتا تھا۔ مصیبتوں کے لمحات میں صبر کرنا اور نعمتوں کے ملنے پر شکر بجالانا آپ کا خاص طرۂ امتیاز تھا۔ آپ کی ہر شب کے معمولات وعادات میں یہ بھی تھا کہ آپ ہمیشہ باوضو سوتے تھے اور وضو میں مسواک جو سنت اور بے شمار منافع دنیاوی واخروی پر مشتمل ہے کا خاص اہتمام کرتے تھے۔

آپ کے عقیدت مندوں کی فہرست میں جہاں مسلم ہیں وہیں غیر مسلم بھی آپ کے مداحوں اور ثنا خوانوں کے زمرے میں آتے ہیں۔ سب کی زبان پر آپ کی نیک نیتی، حسن سیرت وکردار اور حیاء وعظمت کی نغمہ سنجیاں ہو رہی ہیں۔ بہت سے علوم وفنون میں آپ کو دسترس حاصل تھی۔ خاص طور پر آپ صرف، نحو، فلسفہ، اور منطق کے خزانہ تھے۔ نیپال کے ہر گوشہ میں آپ کی شہرت اور علم وفضل کے چرچے ہیں۔ آپ کی زبان فیض ترجمان سے جو بھی کلمہ وجملہ نکلتا بہت شیریں ہوتا تھا۔ آپ کی ہر بات رس بھری ہوتی تھی۔ آپ کی دسیوں سالہ تدریسی خدمات کے نتیجہ میں جو طلبہ وتلامذہ پیدا ہوئے ان میں اچھے اچھے عالم وفاضل اور وقت کے مفتی ہیں۔ یہ جو آپ کی شان میں مدحت وتعریف کے چند جملے سپرد قرطاس کرنے کی کوشش کی ہے یہ تو بہت کم ہے اور صحیح تو یہ ہے کہ میں اس لائق ہی نہیں کہ کما حقہ آپکی تعریف وتوصیف کر سکوں۔ آپ کی رحلت سے علمی دنیا میں سخت بحران ہوا۔ عقیدت مندوں کی نگاہیں ایسے باکمال ہستی کی

متلاشی ہیں جنہیں آپ کا نعم البدل کہا جاسکے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ ؎

کہاں سے لاؤں وہ

جسے تم سا کہوں میں

علم وفضل کے نیر تاباں

مولانا محمد شاکرالقادری، مجھاؤ(نیپال)

میرے پیش نظر ایک ایسی شخصیت ہے جسے دنیا ''امین شریعت'' کہتی ہے اس پر مجھے کچھ لکھنا ہے۔میں عجب کشمکش میں ہوں کہ اس مرد درویش، مرد حق آ گاہ صوفی با صفا سے متعلق میں کیا لکھوں؟ شخصیت نہایت ممتاز واعلی ہے۔آج میں ایک ایسی توانا اور قد آور شخصیت کے حضور عقیدت ومحبت کا چراغ پیش کرنے کی سعادت کر رہا ہوں جو علوم شرعیہ کے امین تھے، فن خطابت کے شہسوار تھے، تاجدار فصاحت وبلاغت تھے، درس وافتاء کے مالک تھے، علم وفضل کے نیر تاباں تھے، وہ جماعت اہل سنت کے پاسبان تھے، مسلک اعلی حضرت کے ترجمان تھے، نڈر و بے باک مقرر تھے، اسلام وسنیت کی تبلیغ واشاعت کیلئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔دور حاضر میں ان کی شان کے لائق نظر نہیں آتے۔جس عنوان کو موضوع سخن بناتے اس کو کمال تک پہنچاتے۔ملک نیپال کے علماء وعوام ایصال ثواب کے عنوان پر مفتی امین الدین مصباحی علیہ الرحمہ والرضوان کی وہ معرکتہ الآرا خطاب سننے کیلئے بیقرار ہیں۔مگر صد افسوس کہ بزم درس تو ہے مگر وہ معلم نہیں، محفل میلاد اور جلسہ وکانفرنس تو ہوتے ہیں مگر وہ خطیب نہیں جس کی دید اور خطاب سحر انگیز کی سامعین وحاضرین کی نگاہ وسماعت منتظر ہوا کرتی ہیں۔

مفتی امین الدین وہ ہیں جن کی کشتی نے تلاطم کا کلیجہ چیر دیا، جس نے ایمان وعقیدہ پر شبخون مارنے کی ہر خفیہ سازش کو بے نقاب کر دیا، جس نے طعنہ شاہوں کی طعنہ شاہی کو جوتے کی نوک پر اڑا دیا۔دوران تقریر لفظ ایمان پر سوال کیا گیا کہ ایمان مفرد ہے یا مرکب؟ تو آپ نے یہ برجستہ کہہ کر کہ ایمان نہ مفرد ہے نہ مرکب بلکہ ایمان بسیط ہے دنداں شکن جواب دیا۔جس نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سنا، سن کر مجمع کو شعلہ جوالہ بنا دیا۔جس نے بدعقیدوں سے مسکرا کر بات کرنا توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھا، جو طوفان تلاطم میں سفینۂ عشق ومحبت کھپا تا رہا، آندھیوں کی زد میں چراغ محبت جلائے رکھا۔جس نے قلم کی آوارگی، زبان کی بے لگامی، باطل عقائد ونظریات، گندے اور بیہودہ

خیالات، مردہ احساسات سب کی دھجی اڑا کر لوگوں کے دلوں میں عشق مصطفوی کی شمع فروزاں کر دی۔ اور یہ سب فیض ہے ایک مرد حق آگاہ طریقت دستگاہ پیر روشن ضمیر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا جنہوں نے ایک نظر میں منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

مفتی امین الدین علیہ الرحمہ بہت ہی ذہین وفطین اور حاضر جواب شخصیت کا نام ہے۔ آپ کی حاضر جوابی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود آپ فرماتے ہیں کہ ایک میں مرتبہ ٹرین کا سفر کر رہا تھا، گاڑی میں بڑی بھیڑ تھی، جگہ کا ملنا مشکل تھا۔ ڈبہ میں جہاں میں کھڑا تھا بغل میں کابلی پٹھان جن کی تعداد دو تھی۔ وہ بڑی بڑی پگڑی اور بڑی بڑی تلوار۔ ان دونوں نے میری جانب دیکھ کر پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے؟ ان کی صورت دیکھتے ہوئے برجستہ کہا میلا دخواں! ان دونوں نے سیٹ پہ کھسکتے ہوئے کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ اس جملہ میں جو معنویت ہے جو مزہ ہے وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ غرض یہ کہ مفتی صاحب ہر فن میں بے مثال تھے۔

شہزادۂ امین شریعت حضرت علامہ مفتی احمد رضا ثقافی سلمہٗ میں وہ سارا رنگ نظر آتا ہے جو امین شریعت میں تھا ۔دنیا سے جانے والے زمین اور روپیہ پیسہ، سونا چاندی چھوڑ جاتے ہیں، لیکن مفتی صاحب وراثت میں مفتی احمد رضا جیسا بیٹا چھوڑ گئے، جو واقعی میں مفتی ابن مفتی ہیں، خطیب ابن خطیب ہیں، فقیہ ابن فقیہ ہیں۔ آج سنیت ناز کر رہی ہے اور آج آپ کے وصال پر ملال کے بعد پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

شریک غم: محمد شاکر القادری ۱۱ر فروری ۲۰۱۳ھ

یہ تو چھپا ہوا ہیرا ہے

مولانا محمد ابراہیم رضوی مجھاؤ (نیپال)

زیر نظر کتاب ''حیات امین شریعت'' پر کلمات تاثر قم کرنے کے لئے مجھ بے بضاعت سے عزیز گرامی مفتی احمد رضا ثقافی نے کہا۔ مفتی صاحب قبلہ عہد حاضر کے نوخیز علماء میں بڑے ہی معتمد و مستند عالم وفاضل ہیں۔ فن افتاء محدث کبیر حضرت

علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قبلہ وحضرت علامہ آل مصطفیٰ صاحب قبلہ جیسے عالم ربانی سے سیکھا ہے۔نحو،صرف ،منطق ،فلسفہ ،ادب غرضیکہ جملہ علوم وفنون مروجہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔اور کیوں نہ ہو بقول حضرت مسیح علیہ السلام درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔مفتی احمد رضا ثقافی اس مردقلندر کے فرزندار جمند ہیں جنہوں نے حضور حافظ ملت علامہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ وحضور شمس العلماء قاضی شمس الدین جونپوری علیہ الرحمہ مصنف قانون شریعت سے علم دین کا مکمل کورس حاصل کیا ہے۔جن کوعلماء اہل سنت بالاتفاق امین شریعت سے پکارتے ہیں۔مفتی امین الدین ایک چھپے ہوئے خزانہ تھے،اپنے لباس سے آپ متعارف نہیں ہوتے تھے۔مگر جب اسٹیج یا صاحبان جبہ ودستار کے مابین ٹوپی کرتہ میں کرسی خطابت پر براجمان ہوتے تھے اور جب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی گفتگو شروع کرتے تھے تو مجمع پر سناٹا چھا جاتا تھا۔اکابرہوں یا اصاغر سب کی نگاہیں مفتی امین الدین علیہ الرحمہ کی طرف مرکوز ہوجاتی تھیں اور سب کی زبان پر صدآفریں کی صدا ہوتی تھی۔اس قدر معرکتہ الآرا خطاب فرماتے تھے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی کہہ اٹھتے تھے یہ تو چھپا ہوا ہیرا ہے۔دس سال تک مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے ساتھ میں دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان میں رہا۔ان کی خلوت دیکھی،ان کی جلوت بھی،ان کا تقوی بھی دیکھا ،علمی مہارت بھی دیکھی،علم وفضل بھی دیکھا اوران کا جودوسخا بھی۔غرضیکہ ہرمیدان میں منفردو بے مثال تھے۔

پہلی مرتبہ جب مفتی صاحب لہان آئے تو لہان میں لوگ ان کو عالم ماننے کیلئے تیار نہیں ہوئے اور یہ کہتے تھے کہ مولانا ابراہیم کو جب کوئی عالم نہیں ملا ہے تو انہیں کو اٹھا کرلے آئے ہیں۔مگر جب لہان کی جامع مسجد میں خطاب شروع ہوا تو لوگ آپ سے اس قدر متأثر ہوئے کہ دم آخری تک لہان سے جانے دینے کو تیار نہیں ہوتے تھے۔جمعہ کو دیابنہ کے مولوی لوگ مسجد میں رہا کرتے تھے۔ایک مرتبہ مفتی صاحب ’’ان الحسنات یذھبن السیئآت ‘‘الیٰ آخرہٖ‘‘(تا کے کسرہ کے ساتھ)پر خطاب فرمارہے تھے،بعد نماز جب مسجد سے نکلے تو ایک دیوبندی مولوی گیٹ پر کھڑا تھا کہا مولانا صاحب! آپ نے اعراب غلط پڑھا ہے۔اِنَّ حرف مشبہ بفعل اپنے اسم کونصب دیتا ہے پھرآپ نے ان الحسناتِ کیوں پڑھا؟اس مولوی صاحب کے پوچھنے پر مفتی صاحب نے برجستہ کہا بیوقوف!تم کوجمع مؤنث سالم کا اعراب بھی معلوم نہیں ہے۔مولوی صاحب چپ چاپ بازار کی طرف چل پڑے۔

ایک فاضل دیوبند مدرسہ میں پہنچے،مفتی صاحب غیر حاضر تھے اس نے طلبہ کی کاپی کو دیکھا عربی گرامر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوکر کہا کہ مفتی صاحب بڑے زبردست عربی داں بھی ہیں۔وہ اب تک اسی کج فہمی میں تھا کہ مفتی صاحب قبلہ کوعربی ادب وانشاء میں کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں۔مگر جیسے ہی اس کی مفتی صاحب قبلہ کی تصحیح کردہ کاپی پر نظر

پڑی تو اس کی عربی دانی کا خمار یک لخت کافور ہو گیا۔غرض یہ کہ حضرت امین شریعت اردو ادب ،عربی ادب وانشاء،نحو، صرف ، بلاغت ،علم معانی ،حدیث ،تفسیر منطق ،فلسفہ اور مروجہ بیشتر علوم وفنون پر دسترس رکھتے تھے۔آپ کے وصال سے اہل دانش وخرد کی دنیا میں زبردست خلا پیدا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی ضریح مبارک کو اپنی باران رحمت سے تر فرمائے۔آمین بجاہ حبیبہ الکریم۔

ناچیز محمد ابراہیم رضوی صدر المدرسین دار العلوم انوار مصطفیٰ مجھاؤ (نیپال)

جیسا نام ویسا کام

مولانا محمد ذاکر حسین نوری زید مجدہ السامی

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم

''موت العالِم موت العالَم ''ایک عالم کی موت دنیا کی موت ہوتی ہے۔صوفی باصفاء حضرت علامہ مولانا محمد امین الدین علیہ الرحمۃ والرضوان فاضل معقولات ومنقولات کا شمار نیپال کے ان مؤقر علماء اہل سنت کے صف اول میں ہوتا ہے جن پر آج سنیت کو ناز ہے۔ یہاں تو حالت ایسی بنی ہوئی ہے کہ کس وناکس سب کو بڑا اور مقتدیٰ بننے کا نشہ چڑھا ہوا ہے اور انہیں لوگوں کے سبب یہاں آئے دن اختلاف کی باد سموم چلتی رہتی ہے۔ یہ لوگ اپنی قابلیت ومقبولیت کی بنا پر نہیں اپنے رشتہ داروں اور جاہل چاپلوسوں کی بنا پر بڑے بنے ہوئے ہیں، جن کی علمی و اخلاقی گرواٹ پر باشندگان ملک شرمسار ہیں۔اور انہیں کی وجہ سے نیپال کی مُسلَّم شخصیتوں کی مخالفت کر کے انجام سے غافل اپنی عاقبت برباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔مفتی صاحب قبلہ ان میں نہ تھے بلکہ خداداد اور وہبی عظمتوں اور رفعتوں کے حاملین علماء وفقہاء میں سے تھے۔میری نظر میں پندرہویں صدی کے علماء نیپال میں شیر نیپال اور حضرت امین شریعت سے زیادہ پابند شریعت ،متبع سنت اور عالم باعمل کوئی نہیں اور نہ ہی کسی کا وہ علمی پایہ ہے جو ان کا ہے۔

ان سے میرے گہرے روابط تھے اور اچھی یاری بھی۔جب آپ جامعہ اشرفیہ مبارکپور زیر تعلیم تھے اور آپ کی فراغت کا وقت قریب آیا تو مجھے اس موقع پر یاد فرمایا اس لئے میں تاریخ مقررہ پر اشرفیہ پہونچ گیا اور جانا تو ہر حال

میں تھا۔حافظ ملت علیہ الرحمہ کے عرس کے موقع پر حضرت مفتی امین الدین علیہ الرحمہ کی دستار بندی تھی،دستار بندی کا نظارہ بہت خوب اور خوش کن تھا۔اس پر مسرت موقعہ پر آپ کی گل پوشی واستقبال کے لئے حاضر ہوا تھا۔میں نے اپنے ہاتھ سے خوب صورت پھولوں کے ہار ڈالے اور علماء کرام کے دست مبارک سے حضرت مرحوم کے سر مبارک پر وراثت رسول کریم کا تاج تابناک رکھا گیا۔

مفتی صاحب قبلہ کامل الفن اور راسخ العلم عالم ربانی تھے۔گونا گوں خوبیوں سے مزین وآراستہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے مابین الخلائق بڑی عظمت ورفعت اور قدر ومنزلت عطا فرمائی تھی۔حضرت موصوف کی علمی ذہانت اتنی زبردست تھی کہ فراغت سے پہلے ہی اساتذہ اشرفیہ نے موصوف کو کاسگنج یوپی میں درس وتدریس کے لئے منتخب کر کے بھیج دیا اور دستار بندی کے دن جامعہ حاضر ہو گئے۔

ایک سال تک کاسگنج یوپی میں آپ دینی وملی خدمات انجام دیتے رہے اور جم کر بدعقیدوں کا رد وطرد کرتے رہے۔اکثر ان لوگوں سے آپ مناظرہ بھی کرتے تھے جس میں آپ کامیاب وکامران ہوتے تھے۔بے شمار تلامذہ آپ سے اپنی علمی تشنگی کو بجھاتے رہے۔مفتی عالم دین آپ کے شاگرد اس دنیا میں چمکے اور ابھی بھی آپ کے تلامذہ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔مدتوں موصوف مرحوم کے ہمراہ مجھے رہنے کا موقع ملا۔حضرت موصوف پاک طبیعت وسیرت تھے۔یوں سمجھ لیجئے کہ حضرت امین بھی تھے اور امانت دار بھی۔جیسا نام ویسا کمال وکام بھی۔زکوٰۃ و فطرات کے پیسے رکھنے سے بھی گھبراتے تھے کہ کہیں خرچ نہ ہو جائیں۔ایک بار میں سفر میں تھا اس دوران گلشن مدینہ کے لئے محلّہ کے کچھ فطرہ کی رقم موصوف کے حوالہ کی گئی۔جب میں مدرسہ میں حاضر ہوا فوراً روپے کی گٹھری میرے پاس جمع کر دی اور فرمایا کہ مولانا اسے آپ اپنی تحویل میں رکھ لیجئے،مجھے اس کو رکھنے میں ڈر لگتا ہے۔ممدوح دینی کاموں میں بہت ہی مخلص تھے۔کئی کئی مہینے تک گلشن مدینہ سے انہیں تنخواہ دینے میں تاخیر ہو جاتی تھی مگر اس کے باوجود بھی آپ نے کبھی یوں ہی غیر حاضری نہیں کی۔اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کی قبر کو انوار وتجلیات کا گہوارہ بنائے اور آپ کے مراتب ودرجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔آمین۔

امین شریعت جامع فضائل وکمالات

شہزادۂ امین شریعت مفتی احمد رضا ثقافی

کیسی شخصیت تھی ان کی: صوفی باصفا، حافظ احادیث کثیرہ امین شریعت حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد امین الدین نوری مصباحی علیہ الرحمہ کا شمار ملک نیپال کی ان عظیم ومقتدر ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے خون جگر سے ملک نیپال میں شجر اسلام کو سینچا اور مسلمانوں کے عقائد ومعمولات پر ہونے والے ہر حملہ کا بھر پور دفاع کیا۔ وفات کے بعد بھی آپ کا تذکرہ بکثرت ہوتا ہی رہتا ہے۔ آپ کے وصال پر ملال سے جو علمی دنیا میں زبردست خلا ہوا ہے عصر حاضر میں اس خلا کا پر ہونا مشکل نظر آرہا ہے۔ آپ کی تہ دار شخصیت کا انداز اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ بعد وفات بھی ہر خاص وعام کے ما بین آپ کی مقبولیت میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ کیونکہ آپ اوصاف جمیلہ اور اونچے اخلاق وکردار کے مالک منکسر المزاج اور اپنے وقت کے زبردست عالم دین اور فقیہ اسلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گنا گوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ بہت ہی زبردست ذہین وفطین بھی تھے۔ آپ کی ذہانت کا یہ حال تھا کہ جس حدیث کو دو سے تین بار پڑھ لیتے تھے آپ اس حدیث کے حافظ بن جاتے تھے۔ جس فقہی عبارت کو ایک بار بغور مطالعہ کر لیتے وہ آپ کے ذہن میں کالنقش فی الحجر کی صورت اختیار کر جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کثیر احادیث کریمہ متعدد اور مختلف عناوین پر آپ کو زبانی یاد تھیں اور اسی وجہ سے آپ کو حافظ احادیث کثیرہ کہا جاتا تھا۔ اس خطاب سے علماء ومشائخ اہل سنت نے بارہا یاد فرمایا اور اب بھی آپ کو اسی مبارک ومسعود خطاب واعزاز سے اہل عقیدت ومحبت کی انجمن میں یاد کرتے ہیں۔

یونہی فقہ میں آپ کو غایت درجہ مہارت ولیاقت حاصل تھی، اس فن کی باریکیوں اور رموز واسرار سے بخوبی واقف تھے اور اسی معنی کر کے آپ کو امین شریعت کہا جاتا تھا۔ ہر فن کے تدریسی میدان میں آپ کو ایک امتیازی مقام حاصل تھا اور اسلامی درسیات سے شغف رکھنے والا ہر کوئی آپ کو درسیات کا بادشاہ ماننے پر مجبور ہو جاتا۔ تفسیر، حدیث، نحو، صرف، منطق، ادب وانشاء ہر فن کی تدریس کا الگ الگ اور انوکھا ونرالا انداز تھا۔ جب آپ الجامعۃ الاشرفیہ میں زیر تعلیم تھے اس وقت بھی جب ساتھیوں کو سبق سمجھ میں نہیں آتا تو آپ کے پاس استفادہ کیلئے پہنچ جاتے تھے۔ اس وقت بھی آپ کی مقبولیت الجامعۃ الاشرفیہ کے طلبہ کے مابین تھی اور سارے طلبہ آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مجھے بھی ایسی ہستی سے از ابتداء تا درجہ عالمیت درس پانے کا موقع نصیب ہوا جو بحر علم وعمل کے مجمع وسنگم تھے اور قلزوم فکر وفن کے ماہر

غواص وغوطہ خوراورسونے پرسہاگہ یہ کہ وہ میرے مشفق و مہربان ابوبھی تھے۔

کیا نرالا انداز تدریس تھا: حضورامین شریعت کا انداز تدریس وتعلیم بہت ہی نرالا ہوتا تھا۔کسی بھی کتاب کا درس دینے سے پہلے مطالعہ ضرور کرتے پھر پڑھانے کے لئے کمربستہ ہوتے۔مضمون کے ہر گوشے پر کامل گفتگو کرتے۔آپ کا اندازتفہیم اتنا نرالا ولاجواب تھا کہ غبی سے غبی طلبہ کوکتاب سمجھ میں آجاتی تھی۔اور جب دوسرے دن درس گاہ میں طلبہ حاضر ہوتے تو من وعن سنا بھی دیتے تھے۔نحو وصرف،منطق وفلسفہ،ادب وبلاغت،فقہ وحدیث اورتفسیر وعلم کلام میں آپ کو بہت درک وملکہ حاصل تھا اس لئے جب ان فنوں کی کتاب پڑھاتے تو بڑی دلچسپی سے پڑھاتے اوران فنون کے رموز واسرار سے طلبہ کوآگاہی بخشتے تھے۔کبھی ایسا ہوتا کہ اگرکوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو لکھ کر نقشہ بنا کرطلبہ کے ذہن میں مرتسم کردیتے تھے۔

حدیث شریف پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ مجھے یا کسی بھی جماعت کے طلبہ کومشکوٰۃ شریف اورحدیث کی دوسری کتابیں پڑھاتے تو حدیث مذکوردر باب کا ترجمہ اورتشریح بیان فرمانے کے بعداسی باب سے صحاح ستہ کی دیگراحا دیث کریمہ بھی پیش فرماتے تھے۔حوالہ اورروایت کی توضیح مع التفریق بیان فرماتے تھے۔

تھے ایسے معلم قرآں وہ: یونہی جب تفسیر جلالین پڑھاتے تھےتو میں نے دیکھا کہ آپ تفسیر جلالین کی عبارت کی وضا حت مطلوبہ کے بعدافہام وتفہیم میں تقویت اورتوضیح میں نور پیدا کرنے کیلئے متعدداحادیث کریمہ ملا کربھی پیش کرتے تھے جس سے طلبہ کواسباق کا مفہوم سمجھنے میں ذرہ برابردشواری کا سامنانہیں کرنا پڑتا تھا۔آیات سے مستنبط مسائل پر بھر پورروشنی ڈالتے اورمصنف جوحنفیت کے سوادیگر مسلک کے پیروکار تھے اپنے امام کے مسلک کے مطابق اگرکوئی مسئلہ بیان کیا ہوتا تو آپ اس کی وضاحت ضرور کردیتے کہ یہ فلاں امام کے نزدیک ہے اوراحناف کا موقف یہ ہے۔پھراسے آیات واحادیث سے مستند بنادیتے۔

حدیث سے کس قدرمحبت تھی انہیں: احادیث مبارکہ سے آپ کومحبت اس قدر شدید تھی کہ آپ مجھے بھی بار بار حدیث پر دسترس حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔چھوٹی محفل ہو یا کہ بڑی کانفرنس،ہرمحفل وکانفرنس میں آپ احادیث مبارکہ مکمل نشاط ودلجمعی کے ساتھ سناتے اور حاضرین کے ذہن میں ہر بات کواتاردیتے تھے،جس سے مجمع جھوم اٹھتا تھا۔آج کل کے خطباء بڑی بڑی کانفرنس تلاشتے ہیں،چھوٹی چھوٹی محفلوں کی دعوت تو لیتے ہی نہیں۔مگر مفتی صاحب

قبلہ گاؤں،شہر ہر جگہ کی محفل کی دعوت قبول کر لیتے۔مزید یہ کہ جب آپ مرض شدید میں مبتلا ہو گئے تو جونہی لوگ آپ کی عیا دت کیلئے پہنچتے تو آپ اسے احادیث کریمہ سنانے لگتے ترجمہ اور تشریح بھی بتاتے۔اور ساتھ ہی ساتھ اسلامی احکام کی طرف رغبت دلاتے اور جب کبھی ساتھ میں میں ہوتا تو آپ صرف حدیث کی عبارت سناتے اور مجھے فرماتے کہ اس کا ترجمہ اور تشریح احمد رضا تم سنا دو۔تو بفضلہٖ تعالیٰ مجھے اس وقت ایسے حکم جمیل کا موقع نصیب ہوتا تو میں فوراً اس نیت سے ترجمہ وتشریح کرنے لگتا تا کہ میری اصلاح بھی ہو جائے اور حدیث پاک سے محبت میرے دل میں بھی اسی طرح موجزن ہو جائے جس طرح حضرت کے دل میں جاگزیں تھی۔غرض کہ میں نے دیکھا کہ جب آپ کا مرض جتنا بڑھتا گیا حدیث شریف سنانے کی رغبت اتنی بڑھتی گئی اور جب اسٹیج پر ہوتے تھے تو چاہے جس عنوان کی فرمائش ہو جائے اسی پر آپ سب کو اتنی حدیثیں سناتے کہ ہر خاص وعام سن کر دنگ رہ جاتے۔مگر جب بیمار ہو گئے اور اسٹیج جانا چھوڑ دیئے تو جنہیں بھی حدیثیں سننے کی خواہش ہو تی تو وہ عیادت کا بہانا بنا کر آپ کے پاس پہنچتے۔چونکہ حالت مرض میں بھی آپ کا معمول بن چکا تھا کہ جو بھی آپ کی عیا دت کیلئے پہنچتا آپ انہیں چند احادیث کریمہ سنا ہی دیا کرتے تھے۔

خوف وخشیت خداوندی: اللہ والے ہمیشہ یاد الٰہی میں محو ومستغرق رہتے ہیں،اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہتے ہیں، ہر لمحہ ان کا اللہ کی عبادت وبندگی میں بسر ہوتا رہتا ہے۔وہ اللہ کے عذاب کے خوف سے گریہ وزاری اور آہ وفغاں بھی کرتے رہتے ہیں۔وہ امید وبیم کی حالت میں ہوتے ہیں اور اللہ کے خوف سے اپنی خلوت وجلوت کو آباد کئے ہوتے ہیں۔حضور امین شریعت بھی ہمیشہ خوف خداوندی سے لرزاں وترساں رہتے تھے،ان کی آنکھوں سے خوف وخشیت اور آخرت کی فکر سے آنسو کے قطرات بہتے رہتے تھے۔مگر افسوس اس بات پر ہے کہ آج اگر کسی کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے خوف سے اشکبار ہو جاتی ہیں تو تنگ نظر لوگ اسے مکاری پر محمول کر دیتے ہیں۔اسی وجہ سے آپ بہت کم اپنی اس حالت کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے تھے۔جس نے آپ کی خلوت کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں آپ میں کس قدر خشیت ربانی پائی جاتی تھی۔کبھی بہت زیادہ خوف وخشیت کا غلبہ ہو جاتا تو حاضرین کی موجودگی میں بھی آپ کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔

ایک بار میں نے دیکھا کہ چند لوگ آپ سے ملنے کیلئے آئے تو انہوں نے سلام کیا تو آپ ان کے سلام کا جواب دیئے اور رونے لگے اور آنسوؤں کے قطرات ٹپک ٹپک کر زمین پر گرنے لگے۔سارے لوگ یہ سمجھے کہ آپ کا مرض بڑھ گیا ہے اس لئے رو رہے ہیں۔کچھ دیر کے بعد لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ نے بیان فرمایا کہ نزع کا وقت قریب ہے کچھ

دیر کے بعد میری تارزندگی ٹوٹنے والی ہے، آپ لوگوں سے، اہل وعیال سے دور ہو جاؤں گا۔اور میں جو رورہا ہوں یا میری آنکھوں سے اشک جورواں ہے وہ کسی اور گھبراہٹ کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالی کے ڈر سے رورہا ہوں، آخرت اور حساب وکتاب کے دن کو یادکر کے رورہا ہوں۔

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ ایک مرد مومن کی جو شان اور پہچان ہونی چاہئے وہ سب کے سب حضرت کے اندر بدرجہ اتم موجود تھیں۔حضرت کی زندگی کا یہ حصہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ہم اللہ کے خوف سے آہ وبکا کریں، اللہ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے خائف رہیں۔حدیث پاک میں آیا ہے ''ما من مو من یخرج من عینه دمو ع وان کان مثل را س الذباب من خشية الله ثم یصیبه وجهه الا حر مه الله علی النا ر ''ترجمہ: جس بندۂ مومن کی آنکھ سے خوف خدا کے سبب آنسو بہہ کر اس کے چہرے پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیتا ہے۔

دعوت الی اللہ جن کا مشغلہ تھا: حضور امین شریعت دین اسلام اور مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک ایسے داعی وترجمان تھے کہ ہر حال میں دین ومسلک کا پیغام عام کرتے رہے، اپنے بیگانے سب کو دین کی طرف بلاتے، آخرت کے احوال سنا کر انہیں دنیا سے بے رغبتی کی طرف متوجہ کرتے تھے۔جب آپ پیٹ کے مرض میں مبتلا ہو گئے تو ایسا نہیں کہ آپ کی دعوت و تبلیغ اور احکام شریعت کی تنفیذ میں سستی آ گئی ہو۔بلکہ آپ اس حالت میں بھی دین متین کی خدمت اور تبلیغ وترویج میں جان ودل سے مصروف رہے۔ہر آنے والے اور ملنے والوں کو آپ دین پر استقامت اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے رہتے تھے۔اس مرض میں آپ مسلسل ۴؍سال تک مبتلا رہے اور وفات سے چار ماہ قبل بھی ملک نیپال کے سرہا ضلع کے مرکزی ادارہ دارالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان میں تدریس وافتاء کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہے تھے۔اس وقت آپ کا شاگرد حضرت مولانا علی حسن برکاتی اور مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن برکاتی دارالعلوم میں آپ کا ساتھ نبھا رہے تھے۔

بدعقیدوں کا ردوطرد: اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دشمنی، نفرت، بیزاری اور ان کا ردوطرد اور تعاقب و تخالف کرنا اللہ کے اطاعت شعار بندوں اور رسول اللہ ﷺ کے وفا شعار محبّ صادق کا وطیرہ وشعار ہوتا ہے۔جسے حضور ﷺ سے سچی محبت ہوتی ہے وہ یہ کبھی گوارہ نہیں کرسکتا کہ اس کے آقا و ولی کی شان میں گستاخی کی جائے اور خاموش تماشہ بیں نظر آئے۔بلکہ بلاتوقف وہ اپنے محبوب ﷺ کے ناموس وعظمت کی حفاظت اور گستاخوں کی سرکوبی کر کے انہیں ذلت ورسوائی کی قعر عمیق میں پھینکنا ان کا شیوہ ہوتا ہے، کیونکہ نبی کی محبت بناء ایمان، روح ایمان اور نشان ایمان ہے۔

قاضی القضاۃ حضور شیر نیپال مفتی جیش محمد صدیقی برکاتی دام ظلہ العالی فرماتے ہیں:

حضور پرنور دافع شرور، شفیعنا یوم النشور کی تعظیم وتوقیر، اعزاز واکرام، عزت وعظمت تمام پر واجب ولازم ہے۔ اور آپ کی تنقیص وتحقیر کفر وزندقہ اور شان گھٹانے والا، تنقیص کرنے والا ایسا کافر ومرتد اور زندیق کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ومرتد اور واجب القتل۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک سارے علماء اور ائمہ فتویٰ کا اس پر اتفاق ہے۔ اب گنگوہی، تھانوی، انبیٹھوی اس کے ساتھ نانوتوی سرگروہِ اولیاءِ شیطان کا حکم شرعی واضح لفظوں میں سنئے ''یہ لوگ اپنے اقوال مذمومہ اور کلمات قبیحہ اور الفاظ مردودہ ملعونہ کفریہ کے باعث ایسے کافر ومرتد ہیں کہ جو شخص بھی ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد ان کو مسلمان جانے، ان کے کافر ہونے میں شک یا انہیں کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر ومرتد ہو جائے گا۔ ان دیوبندی پیشواؤں کے بارے میں نام بنام فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں تقریباً تین پونے تین سو علمائے عرب وعجم حل وحرم کا متفقہ فتویٰ ہے۔ تفصیل ان کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں''۔ (فتاوی برکات)

حضور امین شریعت تو رسول پاک کے ایسے شیدائی اور دیوانہ ومحبّ تھے کہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ عشق رسالت کی خوشبوؤں سے مشکبار رہا ہے اور اس خوشبو سے ہر فرد مومن کے دل ودماغ اور روح وجان کو معطر کرتے رہے۔ بھلا آپ شان رسالت میں کی جانے والی گستاخی وتوہین پر خاموش کیسے رہ سکتے تھے؟ انہیں اپنے عشق نبی کا لحاظ تو رکھنا تھا اس لئے اپنے جذبہ ایمانی اور حب نبوی میں سرشار بدعقیدوں کا رد کرتے رہے۔ آپ کی تحریر وتقریر میں وہی تیور جھلکتا تھا جس کا ذکر حضور شیر نیپال دام ظلہ العالی کے فتویٰ میں اوپر بیان ہوا۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں! مگر: حضور امین شریعت علیہ الرحمہ وقت کے بہت ہی زیادہ پابند تھے خاص طور پر درس وتدریس کے بہت پابند تھے۔ بلا مرض شدید تو آپ درس دینا بالکل ترک نہیں فرماتے تھے۔ اکثر چھٹی کے ایام میں بھی مدرسہ آجاتے تھے اگر چہ طلبہ حاضر نہ ہوتے تھے۔ اور وہ اس لئے کہ درس وتدریس ہی کو آپ اپنا سامان آخرت تصور فرماتے تھے۔ جب آپ زیادہ علیل رہنے لگے اور آپ کا مرض بہت زیادہ بڑھ گیا تب آپ مدرسہ چھوڑ کر گھر آگئے۔ اس وقت میں دار العلوم فیضان مدینہ جنکپور میں تدریسی خدمات انجام دے رہا تھا، مگر لہان والوں نے میری خدمات حاصل کرنے کی بہت کوششیں کیں اور عرضیاں والد صاحب قبلہ کی بارگاہ میں پیش کیں۔ میری خدمات کے لئے اراکین دار العلوم حنفیہ اشرفیہ لہان نے حضرت سے کئی بار رابطہ کر کے بھر پور کوشش بھی کی۔ اخیر میں حضرت امین شریعت نے ایک دن فون کر کے مجھے بلایا اور فرمایا کہ بیٹا جنکپور سے زیادہ لہان میں تمہاری ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اس لئے اب میرے بعد تم وہاں جانے کی

تیاری کرو۔حالانکہ اس سے پہلے بھی لہان مدرسہ کے اراکین میرے رابطہ میں تھےاور مجھے بلا بھی رہے تھے،لیکن بچند وجوہ میں ٹال مٹول کرتا رہا۔مگر جب حضرت کاحکم ہوا تو فوراً فیضان مدینہ کے پرنسپل حضرت مفتی محمد عثمان برکاتی کے پاس استعفیٰ نامہ پیش کیا،توانہوں نے مجھے دو ماہ کی اجازت دی۔پھر میں گھر آیا اور حضور امین شریعت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لہان پہونچا۔

جب میں دارالعلوم اشرفیہ لہان تدریسی خدمات پر حضرت کے حکم ومنشا کے مطابق مامور ہو گیا تو اس درمیان میں کئی بار بحسب ضرورت گھر آنا جانا ہوتا رہااور جب وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت نے اچانک فون کر کے مجھے گھر بلایا۔حکم ہوتے ہی میں گھر کے لئے نکل پڑااور جب گھر پہونچا تو سب سے پہلے میں حضرت سے ملا،سلام ومصافحہ اور خیر وخبر دریافت کرنے کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ کی انگوٹھی اتار کر مجھے دی۔انگشتری عطا کرنے کے بعد آپ نے مجھے تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے کی نصیحت بھی کی۔اور جب وفات کا وقت بالکل قریب آیا یعنی وفات سے ایک دن پہلے جمعرات کے دن بعد عصر آپ نے گھر کے سارے افراد کو بلا کر فرمایا کہ **کل میری روح قبض ہونے والی ہے۔** تو اس وقت ہم لوگوں نے کچھ عدم توجہ ہی سے کام لیا۔مگر اتفاق دیکھیئے کہ اسی کے کل ہو کر یعنی ۱۵/ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۴/اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز جمعہ ۱۰ بجے صبح آپ وفات پا گئے۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں مگر
خدا کی عطا سے وہ تھے با خبر

وہ تھے خدا کے ولی: جب بندہ علم وحکمت سے آراستہ ہو جاتا ہے پھراس کے مطابق کرنے لگتا ہے،اللہ رب العزت کی رضااوراس کی جستجو میں شب وروز ایک کردیتا ہے،اس کی طاعت وبندگی،فرائض وواجبات کے ساتھ نوافل و مستحبات کی کثرت کرتا ہے،زہد وورع کی راہ اختیار کرتا ہےاور تقویٰ کی تمام منازل سے گذر جاتا ہے تو اس پر اللہ رب العزت کا سحاب کرم اور ابر فیض وعظمت برسنے لگتا ہے۔یعنی ایسے عالم باعمل اور صاحب فضل وکمال کو اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کا قرب سے نواز کر ولایت کے منصب عظیم کا تمغہ عطا فرمادیتا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''ان اولیــــــاء ہ الا المتقون ''اللہ کے دوست وولی تو متقی وپرہیز گار ہی ہوتے ہیں۔اس آیت میں ولی ہونے کے لئے تقویٰ وپرہیز گاری کو بنیاد بتایا گیا ہے اور جب حضور امین شریعت کتاب حیات کے تابندہ اوراق کا مطالعہ اور آپ کے شبانہ روز کے

معمولات ووظائف اور عادات واطوار پر نظر عمیق ڈالی جائے تو ہر منصف وحقیقت شناس یہ کہنے پر مجبور ہوگا کہ آپ کا شماران متقی و پاکباز اور خداترس جماعتوں میں سے ہیں جن کا ذکر آیت کریمہ میں ہے اور جن کے بارے میں حدیث قدسی میں آیا ہے کہ: میں اپنے دوستوں کو انکساری، خوف، دلوں کے خضوع وخشوع اور تقویٰ سے مزین کرتا ہوں، جن کا اثر ان کے جسموں پر نمایاں ہوتا ہے۔ یہی ان کا لباس ہے، یہی ان کا ظاہر اور یہی ان کا باطن ہے۔ یہی ان کی مطلوبہ نجات، تمنائیں، قابل فخر عزت اور پہچان ہے۔ جب تم ان سے ملو نرم برتاؤ کرو اور ان کے لئے دل اور زبان کو سراپا تواضع بناؤ۔ اور یاد رکھو! جس نے میرے کسی دوست خوفزدہ کیا اس نے مجھے جنگ کی دعوت دی اور میں قیامت کے دن اس پر غضبناک ہوں گا''۔

اور پھر حضور امین شریعت کا اپنی وفات کی خبر ایک دن پہلے ہی دیدینا اس بات کی دلیل ہے اللہ نے آپ کو ولایت کے مرتبۂ عظمیٰ سے نوازا تھا۔ کیونکہ کون کب مرے گا، اس کی وفات کب ہوگی؟ یہ ان پانچ علوم وامور میں سے ہے جنہیں اللہ نے اپنے لئے خاص کر رکھا ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو بھی ان امور کا علم نہیں۔ یعنی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب مرے گا، بارش کب ہوگی، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، کل آدمی کیا کمائے گا اور کب مرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان اللّٰہ عندہ علم الساعۃو ینزل الغیث و یعلم مافی الارحام و ما تدری نفس ماذا تکسب غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت۔ (لقمان آیت نمبر۳۴)

ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ان کا یا ان میں سے بعض کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ مگر یاد رہے نبی آخر الزماں ﷺ کو ان پانچ علوم وامور کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا اور ان کے علاوہ تمام مغیبات وجمیع ما کان و ما یکون کا بھی۔ آپ ﷺ کے علاوہ اگر کسی ولی کو ان پانچ امور میں کسی ایک کا بھی اگر علم دیا جاتا ہے تو حضور ﷺ کے واسطے ہی۔ حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة وان كان لايعلمها احد الاالله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه و اوليائه بقرينة قوله تعالىٰ ان الله عليم خبير بمعنىٰ المخبر۔ (تفسیرات احمدیہ ص۴۰۵)

ترجمہ: تم کو چاہئے کہ یہ کہو کہ ان پانچوں کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن جائز ہے اللہ عزوجل اپنے محبین اولیاء میں سے جسے چاہے بتادے۔ اس پر قرینہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''بیشک اللہ جاننے والا ہے اس طرح کہ خبیر مخبر کے معنی میں ہے'' (جس کا معنیٰ ہے بتادینے والا تو اپنے محبوب اور اولیاء کو بتادے)۔

حضرت ملاجیون رحمۃ اللہ تعالی کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضورﷺ کے علاوہ اگر کسی ولی کو ان میں سے کسی ایک کا علم ہے تو وہ حضورﷺ کے واسطے سے ہی اسے یہ علم عطا کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکار کی امت میں سے جسے یہ علم عطا کیا گیا وہ عام آدمی نہیں بلکہ وہ اللہ کا مقرب اور ولی ہوگا۔ حضور امین شریعت نے اپنی وفات کی خبر ایک دن پہلے دیدی یہ اس بات کی دلیل ہے بلا شبہ آپ اللہ کے ولی تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قربت سے نوازا تھا اور پھر آپ کو رسول خداﷺ کی بارگاہ عالی جاہ سے بھی قبولیت کا شرف حاصل تھا۔

چلے گئے آغوش لحد میں وہ: جس دن حضور امین شریعت کا وصال ہوا اسی دن بعد نماز مغرب آپ ہی کے قائم کردہ مدرسہ امجدیہ نوری نگر کی صحن میں آپ کی تجہیز و تدفین کی رسم ادا کی گئی، جس میں علاقہ و دور دراز سے کثیر تعداد میں لوگ شریک جنازہ ہوئے۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ ابھی مزار شریف کا تعمیری کام بھی قدر ممکن ہو چکا ہے اور ہر سال کامیاب عرس لگتا ہے اور کافی تعداد میں لوگ عرس پاک میں شریک ہو کر آپ کے روحانی فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

ایسے باکمال تھے میرے ابو: حضور امین شریعت گوناگوں اوصاف و خصائل کے مالک تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمالات و خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ اپنے انہیں کمالات و امتیازات کی بنا پر عوام و خواص میں بیحد مقبول تھے۔ میں نے تو آپ کو بہت ہی قریب سے دیکھا ہے، ان کی جلوت دیکھی ہے، ان کی خلوت دیکھی ہے، ان کے اخلاق و کردار دیکھے ہیں، ان کی مقبولیت و شہرت دیکھی ہے اور لوگوں میں کیا قدر و منزلت تھی اسے بھی دیکھا ہے۔ اور میں صرف اس بنیاد پر نہیں کہہ رہا ہوں کہ وہ میرے والد تھے بلکہ جو حقیقت ہے اسے ہی سپرد قرطاس کیا ہے اور حقیقت کی عکاسی کی ہے۔ میرے طرح بہت سے اہل عقیدت ہیں جو میری اس بات سے متفق ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ میری ہی آواز نہیں آپ کے تمام تلامذہ و متوسلین کے دلوں کی صدا ہے۔ میں آپ کے کس کس وصف کو بیان کروں اور کس کو نہیں۔ المختصر یہ کہ حضور امین شریعت کی شخصیت ایسی تھی کہ:

☆ آپ کا بچپن وشباب ہرطرح کے رذائل واقذار سے پاک تھا۔

☆اپنے گاؤں اورقرب وجوار میں زیورعلم سے آراستہ ہونے والا پہلافرد آپ ہی کی ذات تھی۔

☆ آپ کی طبیعت میں حسنات وخیر کی طرف میلان ہمیشہ رہا اور ان کی ترغیب وتحریص کی طرف ذہن دائمی راغب رہا۔

☆ آپ کی ذات سراپا خوف وخشیت تھی جبکہ آپ کی حیات کی بناء ہی خلوص ووفا پر تھی۔

☆صبر وتحمل کا مادہ آپ میں خوب پایا جاتا تھا۔

☆ ہر کسی سے خوش مزاجی اور بشاشت وخندہ روئی سے ملنا آپ کا وہ طرۂ امتیاز تھا جس نے آپ کو زندگی میں بھی اور بعد وصال بھی عظیم مقبولیت اور ہر دلعزیزی سے نوازا۔

☆ عجز وانکساری اور کسرنفسی سے آپ کی ذات عبارت تھی اور اسی اداء دلنواز کے سبب آپ ہر فرد کے دل میں گھر کر گئے تھے۔

☆ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی بات توجہ سے سنتے اور معقول ومفید مشورہ عنایت فرماتے۔

☆ سب کو آپ ایک ہی نظر سے دیکھتے۔آپ کے نزدیک ذات پات کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہاں پرہیز گاری کو آپ ترجیح ضرور دیتے۔

☆ غریب و مالدار سب آپ کی نظر میں یکساں اہمیت کے حامل تھے۔ایسا نہیں کہ مالدار کی تو عزت کریں اور غریب کو سلام تک نہیں۔

☆اصول کے پابند،عہد کے پکے اور زبان کے سچے تھے، جو ایک مرد مومن کی شان اور مومن مخلص کی پہچان ہے۔

☆حسن سے سنت کا نور اور علمی جاہ وجلال نمایاں تھا اور اپنے علم پر کبھی فخر نہیں کرتے تھے۔

☆ مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کی ترغیب وتشویق فرمانا آپ کا عظیم ومحبوب مشغلہ تھا، جبکہ خود آپ نے پوری زندگی مسلک اعلی حضرت اور افکار ابوحنیفہ کی ترویج وتبلیغ میں گذاری اور اسی زاویہ پر چلنے کی ہدایت اہل خاندان

واہل محبت کو کرتے رہے۔

☆ قرآن وسنت کا پیغام عام کرنا یہی آپ کا مشغلہ تھا۔

☆حق گوئی، بے باکی اور اصلاح عوام ان کا خاصہ تھا۔

☆ سادہ لباس، سادہ خوراک، اور سادہ رہن سہن کے وہ عادی تھے۔

☆ نیک طبیعت وخصلت کے دھنی، جودوسخا کے حامل، حرص وہوس اور حسد وکینہ سے دور ونفور تھے۔

☆ راسخ العلم تھے، عمل میں پختگی تھی اور علم کی تابندگی سے پیشانی روشن وتابناک تھی۔

☆ مہارت علم، طہارت فکر، شرافت نفس، نفاست کردار اور صداقت گفتار میں طاق تھے۔

☆علم دوست اور جذبہ عمل سے بھرپور تھے۔

☆ نکتہ رس مدرس، باکمال خطیب، ہمدرد قوم وملت، فکر انگیز مدبر اور اصلاح پسند مبلغ ومصلح تھے۔

☆ تذلل وتواضع، منکسر المزاجی، فروتنی کی دولت بیش بہا سے مالا مال تھے۔

☆ زہد وورع، تقوی وطہارت، بے نیازی، خوف وخشیت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

☆ فقر وسادگی کی زندگی ان کی شان تھی، دل آزاری سے بچنا ان کا پیشہ تھا، علم وادب ان کا زیور تھا، خلوص ووفا ان کا سرمایہ افتخار تھا۔

☆ عبادت وریاضت ان کی ورزش تھی، تلاوت قرآن، وظیفۂ درود پاک ان کی روحانی غذا تھی۔

☆ تحفظ ایمان وناموس رسالت اور رد بد مذہباں ان کا شب وروز کا معمول تھا۔

☆مسلم ہوں کہ غیر مسلم، اپنے ہوں کہ پرائے ہر کسی کے محبوب نظر تھے۔

☆ خوشی ہو کہ غم، رنج ہو کہ ملال ہر حال میں مطمئن اور خوش وخرم رہتے تھے۔

شیوخ واساتذۂ امین شریعت

(۱) تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان قدس سرہ بریلی شریف۔

(۲) استاذ العلماء جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارکپور۔

(۳) امام المنطق والکلام شمس العلماء حضرت قاضی شمس الدین جعفری جونپوری۔
(۴) بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی مبارکپور۔
(۵) ممتاز الفقہاء محدث کبیر حضرت علامہ ضیاالمصطفیٰ قادری (گھوسی)۔
(۶) حضرت علامہ شاہ عبدالشکور مصباحی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔
(۷) حضرت مولانا مفتی عبدالحفیظ مصباحی قدس سرہ بیراجے نگر مدھوبنی بہار۔
(۸) حضرت مولانا ضمیرالدین مرحوم عرف ڈاکٹر جمعن گبراہی ضلہ دھنوشہ نیپال۔

تلامذۂ امین شریعت

(۱) حضرت مفتی محمد عبدالسلام امجدی برکاتی استاذ جامعہ غوثیہ غریب نواز اندور (ایم پی)
(۲) حضرت مولانا مفتی محمد رحمت علی امجدی ناسک۔
(۳) حضرت مولانا مفتی محمد اشفاق صاحب کالپی شریف۔
(۴) حضرت مولانا عبدالعزیز مصباحی فیضان مدینہ (نیپال)۔
(۵) حضرت مولانا داؤد مصباحی بھمر پورہ۔
(۶) حضرت مولانا علی حسن برکاتی مہیشور۔
(۷) حضرت مولانا محمد خورشید ثقافی تاراپٹی۔
(۸) مولانا محمد فرمود عالم اٹہروا کھریانی۔
(۹) حضرت مولانا نور محمد ثقافی اٹہروا کھریانی۔
(۱۰) حضرت مولانا عبدالخالق پریا گپور نیپال۔
(۱۱) مولانا مشتاق احمد سلوکھر۔
(۱۲) راقم الحروف محمد احمد رضا ثقافی اٹہروا کھریانی۔

از قلم: شہزادۂ امین شریعت
محمد احمد رضا ثقافی صدر نوری دارالافتاء والقضاء
بدرالعلوم حنفیہ اشرفیہ لہان سرہا (نیپال)

ایک یادگار تحریر

حضور امین شریعت علیہ الرحمہ جہاں ایک عمدہ مدرس، باکمال خطیب ماہر مفتی تھے وہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوح وقلم سے بھی نوازا تھا۔ آپ قلمی صلاحیت کے مالک بھی تھے۔ کثرت مشاغل وہجوم کار اور قلت وسائل کے سبب اگر چہ آپ کی کوئی تصنیف نہیں آسکی مگر یہ کہنا کسی حد تک صحیح نہیں کہ آپ کے اندر قلمی لیاقت نہیں تھی۔ بلکہ الحمدللہ آپ اس ہنر وخوبی سے بھی آپ مالا مال تھے۔ اس کا اندازہ آپ کے عربی مقالات جو زمانہ کے دست و برد سے محفوظ نہ رہ سکے، کتابوں پر تقدیمات و تأثرات اور فتوی نویسی سے لگایا جاسکتا ہے۔ مگر حیف صد حیف کہ نہ آپ کے فتاویٰ محفوظ کئے جاسکے اور نہ ہی آپ کی دوسری قیمتی موادوں پر مشتمل تحریروں کا مجموعہ۔ یہ تحریر جسے آپ پڑھیں گے وہ حضرت کی آخری تحریر ہے۔ جب میں نے اپنی پہلی تصنیف ''جنت کی خوشبو'' حضرت کی بارگاہ میں پیش کی تو آپ نے از اول تا اخیر مطالعہ فرما کر نا قابل بیان دعاؤں سے نوازا۔ پھر کیا تھا ان کے لبوں کا ہلنا تھا ادھر باب اجابت نے حضرت کے دعائیہ کلمات کا استقبال کیا اور بہت جلد دوسری تصنیف بنام ''جہنم کی ہولناکیاں'' ترتیب دیدی۔ اس کتاب پر تقریظ کے لئے سب سے پہلے حضرت کو دعوت زحمت دی اور کئی صفحات پر پھیلی دعائیہ تحریر لکھ کر مولانا احمد رضا ثقافی کے حوالے کر دی اس ہدایت کے ساتھ کہ وہ مجھے بلا تاخیر وہ تحریر ارسال کر دیں۔ مگر واہ رے مولانا احمد رضا کی لاپرواہی! انہوں نے وہ تحریر کہیں رکھ دی جواب تک کہیں مل نہ پائی۔ یہ تو اللہ کا کرم کہ حضرت اس وقت باحیات تھے فوراً عدیم الفرصتی کے باوجود دوسرا مختصر دعائیہ کلمات لکھ کر مولانا احمد رضا کو یہ کہتے ہوئے دی کہ موبائل ہی پر وہ مجھے لکھادیں۔ حضرت کی وہ آخری اور یادگار تحریر نذر قارئین ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لک الحمد یا اللہ و الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ

بفضلہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت میں ہر دور میں ایک سے ایک محقق، مصنف، مدبر آتے رہے اور زبان وقلم سے دینی خدمات انجام دے کر اجر عظیم کے مستحق بنتے رہے۔ بکرمہ تعالیٰ کچھ ہی دن پہلے قابل قدر عزیزی مولانا مفتی محمد عبدالسلام برکاتی کی تصنیف کردہ کتاب (جنت کی خوشبو) شائع ہوئی جو قرآن واحادیث سے مزین، الفاظ وانداز سے آراستہ تھی۔

کچھ ایام گذرے تھے ہی میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ ان کی دوسری تصنیف (جہنم کی ہولنا کیاں) کا مسودہ مجھے موصول ہوا۔ بے حد خوشی ہوئی، خدا کا شکر ادا کیا، مولانا موصوف کی محنتوں کو داد و تحسین سے نوازا۔ نیز میں نے اس مسودہ کا مطالعہ کیا جسے خوبصورت ترتیب اور دلائل سے بھر پور پایا۔ بارگاہ خداوندی میں دعاء گوہوں کہ اللہ تعالی ان کا نام جلد از جلد مصنفین مقبولین کی فہرست میں درج فرمائے آمین۔

محمد امین الدین مصباحی غفرلہ

صدر المدرسین دار العلوم حنفیہ اشرفیہ لہان ضلع سرہا (نیپال)

۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ ہجری مطابق ۲۰ر اگست ۲۰۱۰ء

جلسہ ءامین شریعت:

آپ کے وصال کے جب چالیس روز ہو گئے تو ایصال ثواب کے لئے جلسہ ءامین شریعت کا انعقاد ہوا جس میں کثیر تعداد میں علماء اور عوام نے شرکت کی۔ اور اب ہر سال مارچ میں آپ کی یاد میں آپ ہی کے گاؤں میں ایک عظیم الشان پروگرام بنام جلسہ ءامین شریعت پورے تزک واحتشام اور دھوم دھام کے ساتھ منایا جاتا ہے جس میں بھاری تعداد میں علماء ومشائخ کرام اور سیل رواں کی طرح عوام کی شرکت ہوتی ہے۔ قرآن خوانی، نعت وتقاریر کے ذریعہ آپ کی روح کو ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ زائرین وسامعین کے لئے کھانے کا معقول انتظام رہتا ہے اور ہر طرح کی سیاسی فکر اور بدنظمی سے جلسہ پاک وصاف رہتا ہے۔ علماء ومشائخ آپ کی تہہ دار شخصیت پر روشنی ڈالتے ہیں اور آپ کی علمی، فکری، مذہب و مسلک کی اشاعت کی جدوجہد سے سامعین کو روشناس کراتے ہیں۔ اب تک جلسہ میں دو بار حضور محدث کبیر تشریف لا چکے ہیں۔ آپ کے علاوہ قاضی بنارس مفتی غلام یس صاحب قبلہ بھی تشریف لا چکے ہیں۔ یہ آپ کی مقبولیت ہی ہے کہ وقت کے نامور علماء ومشائخ تشریف ارزانی ہوئی ہے اور ہر سال سامعین کی تعداد حیرت انگیز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اور ہر ایک زبان پر آپ کی نیک نامی، للّٰہیت وخلوص، سادگی، تصنع سے پاک زندگی، امانت داری، دین داری، پاکبازی اور استقامت علی الشریعۃ کا چرچا ہے۔ غلام ربانی نشتر الہ آبادی، حضرت مولانا روح الامین جبل پوری، مفتی جمال مصطفیٰ پرنسپل جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مفتی محمد افضال حسین رضوی مرکزی دار الافتا بریلی شریف، مفی شفیع احمد براٹ نگر، مفتی شفیق احمد قادری مہوتری، مفتی اشفاق حسین کالپی شریف اور درجنوں علماء ومشائخ تشریف لا چکے ہیں۔

منقبت درشان امین شریعت علیہ الرحمہ

ہیں زندہ حقیقت امین شریعت
سراپا محبت امین شریعت
قدم رفعتوں عظمتوں نے ہیں چومے
وہ ذیشان و شوکت امین شریعت
دم آخری تک رہے سادگی سے
بہت خوش طبیعت امین شریعت
کیا ہر طرف چرچا دین نبی کا
تھے قاطع بدعت امین شریعت
رہیں گے ہمیشہ دلوں میں ہمارے
کریں گے حکومت امین شریعت
وہ تقویٰ میں اعلیٰ تصوف میں یکتا
مکمل صداقت امین شریعت
حدیثوں سے سینہ سجا کر کے اپنا
گئے باغ جنت امین شریعت
وہ تصنیف ہو یا خطابت کا میداں
تمہاری صدارت امین شریعت

نتیجۂ فکر: مولانا محمد ضیاء المصطفیٰ قادری بریلوی